جو حضرات بغرض اشاعت اسکو طبع کرانا چاہیں انکو عام اجازت ہے اور اگر طبع شدہ ہزار پانسو نسخے لینا چاہیں تو
دار الاشاعت سے بھی تقریباً لاگت پر مل سکتے ہیں

وقایۃ المسلمین
عن
ولایۃ المشرکین

یعنی

کانگریس اور مسلم لیگ

کے متعلق

شرعی فیصلہ

مرتبہ

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند دامت فیوضہم

مع تصدیقات علماء

پہلی مرتبہ محرم ۱۳۶۵ھ میں بانتظام احقر محمد ذکی عفی عنہ
کتبخانہ دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے شائع ہوا

تصانیف جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی

سیرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر نہایت جامع اور مستند سوانح عمری نہایت سلیس عام فہم اردو میں بہت سے مدارس میں داخل درس ہے اصلی قیمت ۸؍ تھی مگر اس گرانی کے زمانہ میں مکرر طبع کرائی گئی ہے اب قیمت ہے۔ ۴؍

آداب المساجد مسجد کے فضائل آداب احکام اور ان کاموں کی مفصل کیفیت جو مسجد میں ناجائز یا مکروہ ہیں۔ طباعت عمدہ قیمت ۵؍

الاجر الجزل فی الغزل چرخہ کاتنے کی فضیلت میں قابل دید رسالہ مولانا کا ہے ۱؍

السعیدین الشہیدین حضرت سعید ابن مسیبؒ اور سعید بن جبیرؒ کے نہایت دلچسپ حالاتِ زندگی درج کئے گئے ہیں، ۳؍

درس عبرت ایک اندلسی عالم کا واقعہ ۱؍

رفع التضاد عن احکام الضاد

حرف ضاد کے متعلق فساد نماز و عدم فساد کا بہترین فیصلہ ۲؍

حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج

مرد و عورت اگر مختلف مذہب کے ہوں تو کس صورت میں نکاح جائز ہے اور کس میں نہیں اور اگر بعد نکاح کوئی مرتد ہو جاوے تو کس صورت میں نکاح فسخ ہوتا ہے اور کس میں نہیں اور عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہوتا ہے یا نہیں اس کی مفصل مدلل بحث ہے جو قابل دید ہے ۲؍

جوامع الکلم یعنی مختصر چہل حدیث ۱؍

دعاوی مرزا رد قادیانی کی لاجواب ۱؍ کتاب ہے جسمیں مرزا جی کے چالیس مہمل اور متضاد دعوے خود ان کی کتابوں سے معہ نقل عبارت بحوالہ صفحات لکھے گئے ہیں قیمت ۱؍

ختم نبوت حصہ اول (ختم النبوت فی القرآن) جسمیں سو آیات قرآنی سے ختم نبوت کا ثبوت ہے۔ طباعت و کتابت عمدہ ۱۲؍

ایضاً حصہ دوم (ختم النبوت فی الاحادیث) جسمیں دو سو احادیث پیش کی گئی ہیں ختم نبوت کے بارہ میں ۱۲؍

ایضاً حصہ سوم (ختم النبوت فی الآثار) جسمیں سیکڑوں اقوال صحابہ و تابعین اور اجماع اور عقلی دلائل اور تورات و انجیل کی تقریروں سے ختم نبوت کا ثبوت دیا گیا ۸؍

ہدیۃ المہدیین فی آیۃ خاتم النبیین (عربی)

رسالہ ختم نبوت کے سب حصوں کا خلاصہ عربی زبان میں ۲؍

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح

(عربی) احادیث صحیح سے حیات مسیح کا ثبوت ۵؍

مسیح موعود کی پہچان اس رسالہ میں ان تمام نشانات اور علامات کو ایک نقشہ کی صورت میں جمع کر دیا گیا ہے جو آیات قرآنی اور احادیث نبویہ میں مسیح موعود کے لئے وارد ہوئی۔ زیر طبع

التصویر لاحکام التصویر اس کے حصہ اول میں تصاویر کے مفصل احکام عقلی دلائل اور قرآن و حدیث کے مفصل ارشادات کیساتھ لکھے گئے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء

حضرات علماء کرام پر مخفی نہیں کہ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی کشمکش سے ہر گھر اختلاف کا آماجگاہ بنا ہوا ہے اغیار تماشا دیکھ رہے ہیں اور مسلمانوں کی جماعتیں آپس میں ٹکرا رہی ہیں اور اس جنگ وجدل کا اثر مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی مذہب، معاشرت، اقتصاد، ملکی سیاست پر پڑ رہا ہے۔

جو مسلمان کسی پارٹی کے پیچھے لگے ہوئے نہیں اور یکسوئی کی زندگی گذارنا چاہتے ہیں۔ اُن کو ہر طرف کھینچا جا رہا ہے۔ ہم چند مسلمان بھی ایسی حالت میں حیران ہیں اس لئے حضرات علماء کی طرف رجوع کر کے اپنے لئے صحیح راہِ عمل کی ہدایت چاہتے ہیں کہ خالص دینی اور مذہبی حیثیت سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہمارے لئے کیا ہے۔ اس لئے موجودہ حالات کو پیش کر کے چند سوالات کئے جاتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

حالات یہ ہیں کہ اس وقت ہندوستان کی ہر قوم مسلمان، ہندو، سکھ، اچھوت وغیرہ آزادی ہندوستان کی جدوجہد پر متفق نظر آتی ہے۔ اس آزادی کے حصول کے لئے کوشش کرنے والی متعدد جماعتیں ہندوستان میں قائم ہیں۔ جن میں سے تعداد کے اعتبار سے بڑی جماعتیں دو ہیں کانگرس اور مسلم لیگ ان کے

سوا جو جماعتیں ہیں یا تو اُن کا موضوع بالذات اور بلا واسطہ آزادی ہند نہیں یا وہ اُن میں سے کسی ایک جماعت میں داخل و منضم ہیں یا اس قدر قلت میں ہیں کہ اُن کو کوئی قوم موجودہ آئین کے اعتبار سے مسلمانوں کا نمائندہ تسلیم نہیں کر سکتی۔ اس لئے حصولِ آزادی یا ملکی حقوق کے بارہ میں یہی دو جماعتیں قابلِ ذکر ہیں۔

کانگریس کے اصول میں ہے کہ ہندوستان کے بسنے والے خواہ کسی مذہب و ملت اور کسی قوم و برادری کے ہوں وہ بلا شرط کانگریس میں داخل ہو جاویں اور یہ سب ملکر ایک ہندوستانی وطنی قوم کی حیثیت سے آزادی طلب کریں۔ کانگریس سب کی نمائندہ ہو اور جو آزادی یا حقوق حکومت سے ملیں وہ کانگریس کا حق ہوں پھر مشترک طور پر سب اُس کا استعمال کریں۔ لیکن ہندوستان میں بھاری اکثریت ہندوؤں کی ہے اگر مسلمان سب کے سب کانگریس میں داخل ہو جاویں تب بھی ایک چوتھائی سے زائد نہیں ہو سکتے اس لئے کانگریس میں مسلمان ہمیشہ ایک کمزور اقلیت میں رہیں گے اور چونکہ کانگریس کا نظام جمہوری ہے جس میں حکومت اکثریت کی ہوتی ہے اقلیت کو اُس کا تابع رہنا پڑتا ہے اس لئے مسلمانوں کو اُس میں ہندوؤں کا تابع ہو کر رہنا ناگزیر ہے۔ بلکہ بقول مولانا ابو الکلام آزاد صدر کانگریس و اچاریہ کرپلانی سکرٹیری کانگریس گاندھی جی کی قیادت اور امامت کو تسلیم کرنا اور اُن کی اسکیم کے تابع چلنا لازمی اور لا بدی امر ہے۔ ملاحظہ ہو مولانا ابو الکلام کا خطبۂ صدارت اجلاس رام گڑھ کانگریس منعقدہ سنہ ۱۹۴۰ء جس کے الفاظ یہ ہیں کہ مسٹر گاندھی کی لیڈرشپ **قیادت و امامت پر ایمان کامل** کامیابی کی تین شرطوں میں سے ایک اہم شرط ہے۔

اور اچاریہ کرپلانی کہتے ہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کانگریس کی ہر اسکیم گاندھی ہی کے فلسفہ کے ماتحت چلائی جائیگی۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ آپ کسی اصلاحی اسکیم کو کسی اور فلسفۂ زندگی کے اصول پر چلا سکیں ۔۔۔۔۔۔ یہ گاندھوی فلسفۂ زندگی کسی اور فلسفۂ زندگی کا ماتحت نہیں بنایا جا سکتا ملاحظہ ہو مدینہ بجنور

۷ اگست ۳۹ء امرتابازار پتریکا کلکتہ مورخہ ۸ اگست ۳۹ء۔

دوسری جماعت مسلم لیگ ہے یہ صرف مسلمانوں کی جماعت ہے اور اُس کا اصول یہ ہے کہ مسلمان سب اُس کے زیرِ عَلَم جمع ہو کر اپنی مستقل تنظیم کریں اور جماعتی حیثیت سے ہندوؤں کے ساتھ کوئی معاہدہ کر کے جنگِ آزادی میں حصہ لیں حقوق آزادی میں مسلمانوں کا حصہ مستقل اور علیحدہ ہو۔ اُس کا مطالبہ یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کو آزاد و خود مختار حکومت ملنا چاہئے اسی کا نام مطالبۂ پاکستان ہے

لیکن اس جماعت کے بڑے ذمہ دار لوگوں کے متعلق بھی دیندار مسلمانوں کو یہ شکایت ہے کہ یہ حضرات شریعت کے پابند نہیں ان سے بھی یہ خطرہ ہے کہ حکومت و اختیارات ملجانے کے بعد خلافِ شرع قوانین نافذ کریں اور دینیات سے بے پروائی اور تغافل ان کے اثر سے اور زیادہ ہو جائے۔ اب سوالات یہ ہیں:۔

(۱) ان حالات میں کہ کانگریس میں غلبہ ہندوؤں کا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت و غلبہ کسی حال متوقع نہیں مسلمانوں کا بلا شرط اُس میں داخل ہو کر حصولِ آزادی کی کوشش کرنا اور اُن سے مدد لینا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) بحالات مذکورۃ الصدر مسلم لیگ کی حمایت و شرکت اور اُس کے زیرِ عَلَم آزادی کی کوشش جائز ہے یا نہیں۔

(۳) مسلم لیگ کا مطالبۂ پاکستان یعنی مسلم اکثریت کے صوبوں میں اُن کی آزاد و خود مختار حکومت اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔؟

بینوا توجروا

احقر محمود راندیری۔ احمد عبداللہ کاٹھیاواڑی

عبدالرحمٰن عمرجی اسمعیل ابو بکر (بمبئی)

یوسف مچھلا (راندیر)

اراکین مجلس دعوۃ الحق بمبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

ہندوستان کی سیاسی کشمکش اور اُس کے طوفانی مد و جزر نے ایک زمانہ سے مسلمانوں میں مختلف قسم کے سیاسی اور مذہبی سوالات پیدا کر رکھے ہیں۔ اہل فہم پر مخفی نہیں کہ معمولی امور یا جزوی اختلاف کو فتووں کا رنگ دیکر اُن کو سیاسی اکھاڑوں کا کھیل بنانا کسی طرح زیبا نہیں کہ اُس کی وجہ سے قسم قسم کا افراط و تفریط اور حدود شرعیہ سے تجاوز و غلو کے علاوہ خود فتوی کے اعتماد و احترام میں سخت خلل پڑتا ہے۔

لیکن پیش کردہ سوالات ایک حد تک اصول کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر مسلمانوں کی ملکی و سیاسی مسائل کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور جس کے صحیح یا غلط ہونے کا اثر اُن کے تمام شعبہائے زندگی تک پہنچنے والا ہے بالخصوص مذہب اور شعائر مذہب پر اُس کا اثر سب سے زیادہ ہے۔ ادھر دیندار مسلمانوں کے سوالات و استفتاء اطراف و اکناف سے بکثرت آ رہے ہیں سب کا شافی جواب علیحدہ علیحدہ لکھنا دشوار ہو رہا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان مسائل پر کسی قدر مفصل بحث کر کے ایک منقح امر پیش کر دیا جاوے جس میں عامۃ الورود سوالات کا کافی جواب ہو جاوے۔

واللہ ولی التوفیق

ایک مسلمان کی کسی کافر کے ساتھ اتفاقی ملاقات و مصاحبت اس طرح کہ بازار

ملہ مسلم و غیر مسلم کے مابین جائز و ناجائز معاملات رواداری اور تبرع و اقساط کی حدود مصالحت و معاہدہ کے احکام

ہو تو انہیں موالات و تشبہ کی حرمت وغیرہ کی پوری تفصیل احقر کے رسالہ معاملات المسلمین باہل الکتاب والمشرکین میں مذکور ہے جو ہنوز طبع نہیں ہوا نیز سیدی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کو رسالہ الروضۃ الناضرۃ فی المسائل الحاضرہ میں بھی ان مسائل کی تفصیل مذکور ہے یہ رسالہ مجموعہ افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ کے اندر شائع ہوا ہے

میں ریل میں موٹر میں کچہریوں میں جمع ہو جاویں ظاہر ہے کہ نہ یہ کوئی معاہدہ ہے نہ اشتراکِ عمل نہ اس کے جواز و عدم جواز میں بحث نہ سوال کا اس سے کوئی تعلق۔ اسی طرح جائز معاملات بیع و شراء و اجارہ وغیرہ میں بھی اس وقت کوئی بحث نہیں۔

گفتگو اور سوال اس وقت اس میں ہے کہ مسلم و غیر مسلم کسی سیاسی و انتظامی معاملہ میں ایک دوسرے کے ساتھ متفق ہو کر کام کریں۔ حالاتِ موجودہ میں اسکی تین صورتیں ہیں

اوّل یہ کہ مسلمان اور کفار کی دو جماعتوں میں محض صلح یا تجارتی معاملات وغیرہ کے متعلق کوئی معاہدہ ہو۔ استعانت و استمداد یا شرکتِ عمل کچھ نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ مسلم جماعت اپنے جماعتی نظام و استقلال کو باقی رکھتے ہوئے کسی تیسری قوم کا مقابلہ کرنے کے لئے یا نظامِ حکومت وغیرہ بنانے کے لئے باہم معاہدہ کے ساتھ اشتراکِ عمل کرے۔

تیسرے یہ کہ مسلمان انفرادی طور سے بلا کسی شرط و معاہدہ کے کسی کافر قوم کے ساتھ شریکِ عمل ہو جاویں۔

پہلی صورت

یعنی محض مصالحت بلا استعانت جس کو فقہی اصطلاح میں موادعت[1] بھی کہا جاتا ہے۔ یہ صورت اُس وقت جائز ہے کہ صلح میں مسلمانوں کی مصلحت ہو۔ اور مفادِ اسلامی پیشِ نظر ہو۔ اور شرائطِ صلح خلافِ شرع نہ ہوں (شرح سیر ص۲۶ جلد ۴) آیتِ کریمہ (وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ) اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ اور آیت (فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم) سے جو ظاہری تعارض کا شبہ ہو سکتا تھا اس کو جمہور مفسرین و فقہاء نے رفع فرما دیا ہے۔ چنانچہ امام ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا ہے:۔

وما ذکر من الامر بالمسالمة اذا مال المشرکون فحکم ثابت	اور یہ جو ذکر کیا گیا کہ جب مشرکین مائل بصلح ہوں تو صلح کر لی جاوے۔ یہ بھی ایک ثابت شدہ حکم ہے

[1] موادعت کے معنی لغۃً متارکت کے ہیں اور بجائے مصالحت کے اس لفظ کو اختیار کرنیکی حکمت شرح سیر کبیر میں یہ لکھی ہے کہ مومنین و مشرکین میں حقیقی مصالحت اور مسالمت تو ہو ہی نہیں سکتی بلکہ معاہدہ ہو سکتا ہے کہ اقال اللہ الا الذین عاہدتم من المشرکین۔ شرح سیر کبیر ص۲۲ ج۴ ۱۲ منہ

ایضاً وانما اختلف حکم الآیتین لاختلاف الحالین فالحال اللتی امر فیہا بالمسالمۃ ھی حالۃ قلۃ عدد المسلمین وکثرۃ عدوھم والحال اللتی امر فیہا بقتل المشرکین وقتال اھل الکتاب حتیٰ یعطوا الجزیۃ ھی حال کثرۃ المسلمین وقوتھم علی عدوھم وقد قال (فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم) فنھی عن المسالمۃ عند القوۃ علی قھر العدو وقتلھم وکذلک قال اصحابنا۔ (احکام ص۲۶۶ جلد۳)

اور دونوں آیتوں (یعنی آیت وان جنحوا اور آیت (فاقتلوا المشرکین) میں حکم کا اختلاف بوجہ اختلاف حالات کے ہے، تو جس حالت میں صلح کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ حالت مسلمانوں کے ضعف اور قلت کی اور کفار کی قوت وکثرت کی ہے۔ اور جس حال میں قتل مشرکین واہل کتاب کا حکم دیا گیا ہے وہ حالت مسلمانوں کی کثرت (غلبہ) وقوت کی ہے بمقابلہ کفار۔ اور آیت کریمہ (فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون واللہ معکم) میں صلح کرنے سے منع فرمایا گیا یہ اُسی وقت ہے جب مسلمانوں کو کفار پر غلبہ پانے کی قدرت حاصل ہو (احکام القرآن)۔

اور اسی مضمون کی تائید میں اس سے پہلے ارشاد فرمایا ہے:۔

وقد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاھد حین قدم المدینۃ اصنافا من المشرکین منھم النضیر وبنو قینقاع وقریظۃ وعاھد قبائل من المشرکین ثم کان بینہ وبین قریش ھدنۃ الحدیبیۃ (الی) ولم یختلف نقلۃ السیر والمغازی فی ذلک وذلک قبل

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو بہت مشرکین بنو نضیر، بنو قینقاع، بنو قریظہ سے معاہدات فرمائے۔ پھر آپ کے او قریش مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا اس میں مغازی اور سیر کے روایت کرنے والوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور یہ اُسی وقت کے واقعات ہیں جب کہ اہل اسلام کو

ف علی الاطلاق صلح سے ممانعت نہیں ورنہ اہل نجران سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں صلح فرماتے بلکہ قوت وغلبۂ اسلام کے وقت اس آیت مبارکہ میں اس صلح سے ممانعت ہے جو سستی اور تکاسل سے ناشی ہو ۱۲ منہ

ف ہکذا بالاصل ولعل الصحیح الیہود ۱۲ منہ عفی

ان یکثر اهل الاسلام ویقوی اهل
(احکام ص۲۶ ج ۳)

قوت حاصل نہ تھی۔
(احکام القرآن)

جصاص کے کلام میں جو کثرت وقلت پر حکم کا مدار رکھا گیا ہے یہ واقعات نزول کی رعایت سے بطور تمثیل معلوم ہوتا ہے اصل مقصود مصلحتِ مسلمین کی رعایت ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مطلق مصلحتِ مسلمین کا لفظ موجود ہے۔ مبسوط میں ہے:-

ان الامام نصب ناظراً ومن النظر حفظ قوة المسلمین اولاً وربما یکون ذلك فی الموادعة اذا كانت للمشركین شوكة (مبسوط ص ج ۱۰)

امام مسلمانوں کی مصالح کے لئے قائم کیا گیا اور مصلحت کی ایک فرد یہ بھی ہے کہ پہلے خود مسلمانوں کی قوت کی حفاظت کرے اور یہ حفاظت بسا اوقات صلح میں منحصر ہوتی ہے کہ کفار سے صلح کر لی جائے جبکہ ان کو شوکت وقوت حاصل ہو۔

اور ہدایہ میں ہے: واذا رأى الامام ان يصالح اهل الحرب او فريقاً منهم وكان ذلك مصلحة للمسلمين فلا بأس به.

جب امام (خلیفۃ المسلمین) یہ مناسب سمجھے کہ اہل حرب یا ان کے کسی خاص فریق سے صلح کرلے اور اس میں مسلمانوں کی مصلحت ہو تو اس میں مضائقہ نہیں۔

نصوص مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اگر مسلمانوں کی مصلحت اور ضرورت صلح میں ہو تو صلح کر لینا جائز ہے۔

نیز معلوم ہو گیا کہ صلح کے جواز میں یہ بھی شرط نہیں کہ مسلمان غالب ہی ہوں بلکہ بعض فقہاء و مفسرین نے یہ شرط لگائی ہے کہ صلح جب جائز ہے کہ اہل اسلام ضعیف ہوں لیکن یہ حکم صرف مصالحت و موادعت کا ہے جس میں کافر قوم سے استمداد و استعانت اور اشتراکِ عمل کی صورت نہ ہو۔ اور جہاں اشتراکِ عمل اور استعانت ہو اس کا حکم دوسری صورت کے تحت میں آتا ہے۔

دوسری صورت

جس میں کسی کافر قوم سے مصالحت و معاہدہ کے ساتھ استعانت و استمداد اور اشتراکِ عمل بھی ہو اس کے جواز کے لئے یہ شرط ہے کہ اگر مسلمان غالب اور

کفار مغلوب ہوں اور کفار مسلمانوں کے زیرِ علم قتال وغیرہ میں شریک ہوں تو جائز ہے۔ اور کفار کے غالب یا برابر ہونے کی صورت میں جائز نہیں۔ آیت کریمہ (یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا) اور آیت کریمہ (یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم)۔

اور آیتِ کریمہ (یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا و لعبا) اور آیت کریمہ (بشر المنافقین بان لھم عذابا الیما الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین)۔

اور اسی مضمون کی دوسری آیاتِ کثیرہ حسب تصریح ائمہ مفسرین (جو آئندہ عبارات میں آتی ہیں) اس پر شاہد ہیں کہ کفار سے استعانت جائز نہیں۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل و ارشاد سے اتنی گنجائش ثابت ہوتی ہے کہ اگر کفار مغلوب و تابع اور مسلمانوں کے زیرِ علم ہوں تو اشتراکِ عمل و استعانت جائز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و عمل میں مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کی تصریح بوضاحت موجود ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبائل کفار بنی قینقاع وغیرہ کو جہاد میں ساتھ ہونے کی اجازت دیدی اور غزوۂ اُحد میں ابن ابی کے حلفاء کو شریکِ جہاد ہونے سے ان الفاظ سے منع کر دیا کہ انا لا نستعین بمن لیس علی دیننا۔ یعنی ہم ایسے لوگوں سے امداد نہیں لیا کرتے جو ہمارے دین پر نہ ہوں۔

اس کی وجہ یہی تھی کہ بنو قینقاع وغیرہ اسلام کے زیرِ علم اور تابع تھے اور حلفاء ابن اُبی مسلمانوں کے تابع ہو کر ان کے زیرِ علم جہاد کرنے پر آمادہ نہیں تھے جیسا کہ آئندہ شرح سیر کی عبارات میں اس کی تصریح آتی ہے۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کی تصریحات احکام القرآن میں آیات مذکورۃ الصدر کے ماتحت حسب ذیل ہیں:۔

قال تعالیٰ (یا ایھا الذین امنوا	حق تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو تم

لا تتخذوا بطانة من دونكم) وقال (لا تتخذوا اليهود والنصارىٰ اولياء بعضهم اولياء بعض ومن يتولهم منكم فانه منهم) فنهى فى هذه الآيات عن موالاة الكفار واكرامهم وامر باهانتهم واذلالهم ونهى عن الاستعانة بهم فى امور المسلمين لما فيه من العز وعلو اليد وكذلك كتب عمر رض الى ابى موسى ينهاه ان يستعين باحد من المشركين فى كتابته وتلا (لا تتخذوا بطانة من دونكم لا يألونكم خبالا)

(احکام القرآن ص۲۳ ج ۳)

غیروں کو اپنا بھیدی نہ بناؤ اور فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو تم میں سے اُن کی ساتھ دوستی کرے وہ بھی انھیں میں شمار ہے۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے کفار کی دوستی اور اُن کے اعزاز سے منع فرمایا ہے اور اُن کی اہانت واذلال کا حکم دیا ہے اور اُن سے مسلمانوں کے (اجتماعی) کاموں میں امداد لینے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں اُن کی عزت اور برتری ہے۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رض نے ابو موسیٰ اشعری کو ایک خط لکھا جس میں اُن کو اس سے منع فرمایا کہ وہ اپنی کتابت (منشی) میں کسی مشرک سے امداد لیں اور یہ آیت تلاوت فرمائی (لا تتخذوا بطانة من دونكم لا يألونكم خبالا)

نیز احکام القرآن ص۱۳۳ ج ۲ میں آیتِ مذکورہ کے ماتحت ارشاد فرمایا۔

وفى هذه الآية دلالة على انه لا يجوز الاستعانة باهل الذمة فى امور المسلمين من العمالات والكتبة۔ الخ

اس آیت (یعنی لا تتخذوا بطانة) میں اس کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے (اجتماعی) کاموں اور ملازمتوں میں کفار اہل ذمہ سے امداد لینا جائز نہیں۔

اور آیت کریمہ (یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم هزوا ولعبا) الآیة کے تحت میں ہے۔

فيه نهى عن الاستنصار بالمشركين لان الاولياء هم الانصار (الى قوله) وقال اصحابنا لا بأس بالاستعانة بالمشركين على قتال غيرهم

اس آیت میں ممانعت ہے مشرکین سے مدد حاصل کرنے کی کیونکہ انصار ہی اولیاء (دوست) ہوتے ہیں (اور دوست بنانا کفار کا حرام ہے) اور ہمارے ائمہ حنفیہ نے فرمایا ہے کہ مشرکین کی ایک جماعت سے

من المشركين اذا كانوا متى ظهروا كان حكم الاسلام هو الظاهر واما اذا كانوا لو ظهروا كان حكم الشرك هو الغالب فلا ينبغي للمسلمين ان يقاتلوا معهم (جصاص ص ۲۵۲ ج ۲)	بمقابلہ دوسرے مشرکین کے امداد لینا اس شرط سے جائز ہے کہ بوقت فتح غلبہ حکم اسلام کا ہو اور اگر ایسی حالت ہو کہ بوقت فتح غلبہ اہل اسلام کا نہ ہو بلکہ حکم شرک غالب ہو تو مسلمانوں کو اُن کی ساتھ مل کر جہاد کرنا جائز نہیں۔

نیز آیت کریمہ (بشر المنافقین بان لهم عذابا الیما الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

وهذا يدل على انه غير جائز للمؤمنين الاستنصار بالكفار على غيرهم من الكفار اذا كانوا متى غلبوا كان حكم الكفر هو الغالب وبذلك قال اصحابنا (جصاص ص ۳۵۲ ج ۲)	یہ آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مسلمانوں لئے ناجائز ہے کفار سے امداد لینا دوسرے کفار کے مقابلہ کے لئے جب کہ حالت ایسی ہو کہ بوقت فتح حکم کفر غالب ہونے کا خطرہ ہو۔

نیز آیت کریمہ (ایبتغون عندهم العزة) کی تفسیر میں فرمایا:۔

فتضمنت هذه الآية النهي عن اتخاذ الكفار اولياء وانصارا والاعتزاز بهم والالتجاء اليهم (جصاص ص ۳۵۲ ج ۲)	یہ آیت مشتمل ہے کفار کو دوست اور مددگار بنانے اور اُن سے قوت حاصل کرنے اور اُنکی پناہ لینے کی ممانعت پر۔ (احکام القرآن)

فائدہ:۔ امام ابوبکر جصاص کی پہلی اور دوسری عبارت میں اس کی بھی تصریح ہو گئی کہ یہ مسئلہ صرف جہاد و قتال کی ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مسلمانوں کی جماعتی کام اور امور دینیہ سب اس میں داخل ہیں کہ اُن میں مشرکین و کفار سے استعانت و استمداد جائز نہیں۔

مفسر اعظم ابوالسعودؒ نے آیت (لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء) کی تفسیر میں بھی اس کی توضیح فرمائی جس کے بعض الفاظ یہ ہیں:۔

نهوا عن موالاتهم (الی قوله) او عن الاستعانة بهم فی الغزو وسائر الامور الدینیہ (تفسیر ابو السعود صہ ۲۳۶ ج ۲)	مسلمانوں کو کفار کی دوستی سے منع کیا گیا اور اُن سے جہاد اور تمام امور دینیہ میں امداد لینے سے بھی منع فرمایا گیا۔

اُس سے یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ اس وقت کانگریس کی شرکت حقیقی معنی میں جہاد یا قتال نہیں تو اس میں مشرکین سے استمداد و استعانت کو جہاد کی استعانت قرار دیکر ناجائز کیسے قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ امام جصاص اور مفتی ابو السعود کی تصریحات کے موافق یہ حکم جہاد اور جملہ امور مسلمین اور امور دینیہ پر حاوی ہے۔

اور حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سیر کبیر اور اُس کی شرح شمس الائمہ میں اس مسئلہ پر دو مستقل باب رکھے ہیں۔ پہلے باب کا عنوان الاستعانة باہل الشرک واستعانة المشرکین بالمسلمین ہے۔ یعنی مسلمانوں کا مشرکین سے یا مشرکین کا مسلمانوں سے امداد لینا۔ اس باب کے تحت میں فرماتے ہیں۔

(ولا بأس بان یستعین المسلمون باهل الشرک علی اهل الشرک اذا کان حکم الاسلام هو الظاهر علیهم) لان رسول الله صلی الله علیه وسلم استعان بیهود بنی قینقاع علی بنی قریظه ولان من لم یسلم من اهل مکة کانوا خرجوا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم رکباناً ومشاة الی خیبر (الی قوله) فعرفنا انه لا بأس بالاستعانة بهم وما ذلک الا نظیر الاستعانة بالکلاب علی قتال المشرکین والی ذلک اشار	اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ مسلمان بمقابلہ مشرکین کے کسی دوسرے فرقہ مشرکین سے امداد لیں بشرطیکہ امداد دینے والے مشرکین پر حکم اسلام کا غالب ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنی قینقاع سے بمقابلہ بنی قریظہ امداد لی۔ نیز مکہ کے بعض غیر مسلم غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ پیادہ و سوار نکلے تھے۔ اسی سے ہم سمجھے کہ کفار سے امداد لینا جائز ہے اور یہ بعینہٖ ایسا ہے جیسے کفار کے مقابلہ میں کتوں سے امداد لیلی جاوے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے اس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ لیؤید ھذا الدین باقوام
لاخلاق لھم فی الآخرۃ والذی
روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یوم احد رأی کتیبۃ حسناء
قال من ھولاء فقیل یھود بنی
فلان حلفاء ابن أُبیّ فقال انا
لا نستعین بمن لیس علی دیننا
تاویلہ انھم کانوا اھل منعۃ
وکانوا لایقاتلون تحت رایۃ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وعندنا اذا کانوا بھذہ الصفۃ
یکرہ الاستعانۃ بھم (شرح سیر صفحہ ۱۸۶ ج ۳)

حدیث میں کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید کبھی
ایسی اقوام سے بھی فرمائیں گے جن کا آخرت میں
کوئی حصہ نہیں اور یہ جو روایت کیا گیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد میں ایک
پُرشوکت لشکر دیکھکر فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں
عرض کیا گیا کہ یہود بنی قینقاع ہیں جو ابن اُبیّ
منافق کے ساتھی ہیں (آپکی امداد کیلئے آتے ہیں)
آپنے فرمایا کہ ہم ایسے لوگوں سے امداد نہیں لیا
کرتے جو ہمارے ہم مذہب نہ ہوں۔ اس حدیث
کی تاویل یہ ہے کہ یہ لشکر صاحب شوکت وقوت
تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر عَلَم
قتال کرنے کیلئے تیار نہ تھا اور ہمارے نزدیک جب
جماعت کفار ایسی حالت میں ہو تو اُن سے امداد لینا جائز نہیں

فائدہ:۔ شرح سیر کی عبارتِ مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ کسی کافر قوم سے جہاد وغیرہ میں امداد لینا اُس وقت جائز ہے جبکہ یہ قوم خود ایسی صاحبِ شوکت نہ ہو جس سے مسلمانوں کو اندیشہ ہو۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ ہمارے زیرِ عَلَم شریکِ جہاد ہو اُس کا کوئی مستقل جھنڈا نہ ہو۔

محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں بھی اس کی تصریح بالفاظ ذیل فرمائی ہے۔

ولا بأس بان یستعان بالمشرکین
علی قتال المشرکین اذا خرجوا طوعاً
ویرضخ لھم ولا یسھم لھم ولا یکون
لھم رایۃ تخصھم۔
(فتح القدیر قسمۃ الغنیمۃ ص ۳۲۰ ج ۴)

اسمیں کوئی مضائقہ نہیں کہ مشرکین کی ایک جماعت کے مقابلہ
دوسری جماعت مشرکین سے امداد لیجائے جبکہ وہ اپنی خوشی سے
ہمارے ساتھ نکلیں اور مالِ غنیمت سے انکو کچھ حصہ دیا جاوے
پورا حصہ مسلمانوں کی برابر نہ دیا جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ
انکا اپنا کوئی جھنڈا نہ ہو بلکہ وہ مسلمانوں کے جھنڈے
کے نیچے شریک قتال ہوں۔

شرح سیر میں دوسرا باب اسی مسئلہ سے متعلق اس عنوان سے رکھا ہے (قتال اہل الاسلام اہل الشرک مع اہل الشرک) یعنی مسلمانوں کا مشرکین کی ساتھ ہوکر دوسرے مشرکین سے لڑنا اس باب کے تحت میں ارشاد ہے:۔

(لاینبغی للمسلمین ان یقاتلوا اهل الشرك مع اهل الشرك) لان الفئتین حزب الشیطان وحزب الشیطان هم الخاسرون فلاینبغی للمسلم ان ینضم الی احدی الفئتین فیکثر سوادهم ویقاتل دفعاً عنهم وهذا لان حکم الشرك هو الظاهر والمسلم انما یقاتل لنصرة اهل الحق لا لاظهار حکم الشرك (ولاینبغی[عه] ان یقاتل احد من اهل العدل احداً من الخوارج مع قوم آخرین من الخوارج اذا کان حکم الخوارج هو الظاهر) لان اباحة القتال مع الفئة الباغیة من المسلمین ان رجعوا الی امر الله ولا یحصل هذا المقصود بهذا القتال اذا کان حکم الخوارج هو الظاهر (شرح سیر ص۲۲۱ ج۳)

مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کی ایک جماعت سے قتال کریں کسی دوسری جماعت مشرکین کی ساتھ ہوکر کیونکہ مشرکین کی دونوں جماعتیں شیطان کی پارٹیاں ہیں اور شیطان کی پارٹی ناکام و نامراد ہے۔ اس لئے مسلمان کے لئے درست نہیں کہ وہ ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کے ساتھ منضم ہوجاوے جس سے اُس کی تعداد بڑھے اور یہ کہ وہ اُنکی طرف سے مدافعت کے لئے قتال کرے۔ اور یہ اسلئے کہ اس صورت میں حکم شرک غالب ہے۔ اور مسلمان جو جہاد کرتا ہے تو اہل حق کی نصرت کیلئے کرتا ہے نہ کہ حکم شرک کو غالب کرنے کیلئے۔ اور درست نہیں کہ کوئی اہل سنت مسلمان کسی فرقہ خوارج کی ساتھ بمقابلہ دوسرے فرقہ خوارج کے قتال میں شریک ہو جبکہ فتح کے وقت غلبہ خوارج کا ہوتا ہو کیونکہ اس فرقہ باغیہ کی ساتھ قتال کی اجازت صرف اُس صورت میں ہے جبکہ قتال کا انجام رجوع الی الحق ہو اور جب کہ قتال کے بعد بھی حکم خوارج ہی کا غالب رہے تو یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

اور حدیث وفقہ کے مشہور امام طحاوی رحمہ اللہ کی مشکل الآثار میں ہے:۔

عه عبارت مذکورہ میں لفظ لاینبغی سے کسی اہل علم کو اس معاملہ میں تسہیل کا شبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے مقابلہ میں لفظ اباحت لاکر یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ لفظ لاینبغی اس جگہ لایجوز کے معنی میں ہے ۱۲ منہ

هكذا حكمه الآن عند كثير من اهل العلم منهم ابو حنيفة واصحابه رحمهم يقولون لا بأس بالاستعانة باهل الكتاب في قتال من سواهم اذا كان حكمنا هو الغالب ويكرهون اذا كانت احكامنا بخلاف ذلك ونعوذ بالله من تلك الحال۔

(مشکل الآثار ص ۲۴۲ ج ۳)

کفار اہل کتاب کا یہی حکم اب بھی بہت سے اہل علم کے نزدیک ہے جن میں سے ابوحنیفہ اور ان کے شاگرد وغیرہ ہیں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ کفار اہل کتاب سے امداد لینا بمقابلہ دوسرے کفار کے جائز ہے بشرطیکہ اُن پر حکم ہمارا (اسلام کا) غالب ہو اور اگر معاذ اللہ صورت اسکے خلاف ہو (یعنی غلبہ کفار کا ہوتا ہو) تو استمداد کو منع فرماتے ہیں

مسئلہ زیر بحث پر آیاتِ قرآنیہ اور روایاتِ حدیث کی نصوص صریحہ بقدر کفایت ذکر کر دی گئی ہیں اور اُن کے ضمن میں ائمہ مجتہدین اور علماء اُمت کی کچھ تصریحات بھی آچکی ہیں۔ اب ہم اس مسئلہ کے متعلق خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں جو امام محمد بن حسنؒ کے سوال کے جواب میں ارشاد ہوا ہے۔ مذہب حنفیہ کے مدوّن اول حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاذ امام الائمہ) ابوحنیفہؒ سے سوال کیا کہ "کیا مسلمان۔ اہل حرب کے مقابلہ میں مشرکین سے امداد لے سکتے ہیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا" کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ حکم اسلام کا ظاہر و غالب ہو کیونکہ اس طرح اہل حرب سے قتال کرنا تو اعزازِ دین کے لئے ہے اور اُن کے مقابلہ میں مشرکین سے استعانت ایسی ہے جیسے لڑائی میں کتوں سے کام لے لیا جاوے امام محمدؒ کا یہ استفتاء اور امام اعظمؒ کا فتویٰ سیر صغیر کے حوالہ سے شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں بالفاظِ ذیل نقل فرمایا ہے:۔

وسألته عن المسلمين يستعينون باهل الشرك على اهل الحرب

میں نے ابوحنیفہؒ سے سوال کیا کہ مسلمان بمقابلہ اہل حرب مشرکین سے امداد لے سکتے ہیں یا نہیں

قال لابأس بذلك اذا كان حكم الاسلام هو الظاهر الغالب لان قتالهم بهذه الصفة لاعزاز الدين والاستعانة عليهم باهل الشرك كالاستعانة بالكلاب (مبسوط صفحہ ۱۳۹ جزء ۱۰)	فرمایا امداد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ حکم اسلام کا اُن پر ظاہر و غالب ہو کیونکہ ایسی حالت میں ان کفار کا قتال بھی اعزاز دین کیلئے ہوگا اور کفار سے استعانت ایسی ہوگی جیسے کتوں سے کام لے لیا جاوے۔ (مبسوط)

اور امام دار الہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص جو مذہب مالکیہ کے مدون اول ہیں یعنی ابن القاسم اپنی مشہور کتاب مدونہ کبریٰ میں فرماتے ہیں:۔

(قلت) هل كان مالك يكره ان يستعين المسلمون بالمشركين في حروبهم (قال) سمعت مالكا يقول بلغني ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لن استعين بمشرك قال ولم اسمعه يقول في ذلك شيئا قال ابن القاسم ولا ارى ان يستعينوا بهم يقاتلون معهم الا ان يكونوا نواتية اوخدما فلا ارى بذلك باسا۔ (مدونہ صفحہ ۴۰ جزء ۲)	میں نے دریافت کیا کہ کیا امام مالکؒ مسلمانوں کیلئے جہاد میں مشرکین سے امداد لینے کو منع فرماتے تھے (ابن قاسم نے) کہا کہ میں نے امام مالکؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ہم مشرک سے امداد نہیں لیتے۔ بس یہ حدیث روایت فرمائی اس کے سوا کچھ اس بارہ میں نہیں فرمایا ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں اس کو جائز نہیں سمجھتا کہ مسلمان کفار سے امداد لیکر دوسرے کفار سے قتال کریں۔ مگر اس صورت میں کہ کفار خدمتگاروں اور ملازموں کی طرح ہمارے ساتھ لگ جاویں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں (مدونہ امام مالک)

عبارت مرقومہ سے ظاہر یہ ہے کہ امام ابن القاسمؒ نے استعانت بالمشرکین کی اُسی شرط کے ساتھ اجازت دی ہے جو امام اعظم رحمۃ اللہ کے کلام میں گذر چکی ہے یعنی یہ کہ کفار مغلوب و مقہور خدام کی طرح ساتھ لگ جاویں تو جائز ہے۔ ورنہ نہیں۔ اور مشائخ حنفیہ میں سے صاحب بدائع نے اس مسئلہ میں فرمایا ہے:۔

ولا ينبغي للمسلمين ان يستعينوا	اور مسلمانوں کیلئے درست نہیں کہ وہ کفار

بالکفار علی قتال الکفار لانہ لایؤمن غدرھم اذا العداوۃ الدینیۃ تحملھم علیہ الا اذا اضطروا الیھم (بدائع صنایع ج ۷)

کے مقابلہ میں دوسرے کفار سے امداد لیں کیونکہ ان کے غدر سے اطمینان نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن کی مذہبی عداوت انھیں غداری پر آمادہ کرے گی۔ مگر اُس صورت میں کہ مسلمان اُن سے امداد لینے کے لئے مضطر ہوجائے (تو جائز ہے)۔

صاحب بدائع کے کلام سے اتنی بات زائد معلوم ہوئی کہ اگر کسی وقت (خدا نخواستہ) مسلمان کفار سے امداد لینے کے لئے مضطر ہوجاویں تو بدون شرط غلبۂ اسلام کے بھی استعانت و استمداد کر سکتے ہیں۔

لیکن اضطرار ایک شرعی اصطلاحی لفظ ہے اس کو اخباری محاورات پر محمول کر کے عام نہیں کہا جاسکتا۔ اضطرار کے معنی اس کے سوا نہیں کہ مسلمان کیلئے جان بچانے کا کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہے۔ ایسے حالات میں حسب تصریحات قرآن کریم اُس کے لئے بہت سے محرمات حلال ہوجاتے ہیں یہانتک کہ شراب اور خنزیر بھی۔ اسی درجہ میں صاحب بدائع نے بلا شرط غلبۂ اسلام کے استعانت بالکفار کی اجازت دی ہے۔ اصولِ کلیہ کے علاوہ اضطرار کی یہ تفسیر دوسرے جزئیات فقہیہ سے بھی واضح ہے۔ چنانچہ

شمس الائمہ سرخسی نے اُن مسلمانوں کے لئے جو کفار کے ہاتھ میں قید ہوجاویں اُن کو اپنی جان بچانے کے لئے قید کرنے والوں کے ساتھ ملکر دوسرے کفار سے قتال کی اجازت دی ہے۔ اور اس اجازت کی علت خود شمس الائمہ رح نے یہ بیان فرمائی ہے:۔

لانھم یدفعون الآن شر القتل عن انفسھم وقتل اولئک المشرکین لھم حلال ولا بأس بالاقدام علی ما ھو حلال عند

کیونکہ وہ اس وقت اپنی جانوں سے قتل کی مصیبت دور کرتے ہیں اور اُن مشرکین کا قتل کرنا ان کے لئے جائز ہے اور ضرورت اکراہ کے وقت اس جائز فعل پر اقدام میں کوئی مضائقہ نہیں

الضرورة بسبب الاکراہ وربما یجب ذلک کما فی تناول المیتۃ وشرب الخمر (شرح سیر صـ۲۲۲ ج ۳)

اور بسا اوقات اکراہ کی صورت میں یہ اقدام واجب ہو جاتا ہے۔ جیسے (بھوک پیاس سے مضطر ہو کر مرنے سے بچنے کیلئے) مردار کھا کر یا شراب پی کر جان بچانا۔

نیز اسیر ہی کے احکام میں اس کے بعد فرمایا ہے:۔

وان کانوا فی ضرو بلاء یخافون علی انفسہم الھلاک فلا بأس بان یقاتلوا معھم المشرکین اذا قالوا نخرجکم من ذلک۔ (شرح سیر صـ۲۲۳)

اور اگر وہ مصیبت و بلاء میں ہوں اپنی جانوں کی ہلاکت کا خوف ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ان مشرکین کے ساتھ ملکر دوسرے مشرکین سے قتال کریں جبکہ یہ مشرکین یہ وعدہ کریں کہ ہم تمھیں اس بلاء سے نکالدینگے۔

نیز اس کے بعد باب مذکور کے ختم پر نہایت واضح الفاظ میں تصریح فرمادی ہے کہ ضرورت و اضطرار سے مراد جان کا خطرہ ہی ہے الفاظ یہ ہیں لا ینبغی لھم ان یقاتلوا علی ھذا الا عند تحقق الضرورۃ بان یخافوھم علی انفسہم الخ (شرح سیر صـ۲۲۴ جلد ۳)

اور چونکہ اس قتال کے جواز کی علت اپنی جان کا خطرہ ہے اسی لئے اس صورت میں کہ قیدی مسلمانوں کو جان کا خطرہ نہ ہو اس قتال کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ اسی جگہ شرح سیر میں ہے:۔

ولو قال اھل الحرب لاسراء فیھم قاتلوا معنا عدونا من المشرکین وھم المشرکون وھم لا یخافونھم علی انفسہم ان لم یفعلوا فلیس ینبغی ان یقاتلوا معھم لان فی ھذا القتال اظہار الشرک والمقاتل یخاطر بنفسہ فلا رخصۃ فی ذلک

اور اگر اہل حرب نے اُن مسلمانوں سے جو اہل حرب کے ہاتھ میں قیدی ہیں یہ کہا کہ تم ہماری ساتھ ملکر ہمارے دشمن سے قتال کرو اور وہ دشمن بھی مشرک ہے تو اگر مسلمانوں کو اُن کی ساتھ ملکر قتال نہ کرنے میں اپنی جانوں کا خطرہ نہ ہو تو اُن کے لئے درست نہیں کہ اُن کی ساتھ ملکر قتال کریں یہ کیونکہ اس قتال میں کفر کی امداد ہے

الا علی قصد اعزاز الدین او الدفع عن نفسہ (شرح سیر صفحہ ۲۲۲ ج ۳)	اور مقاتلہ کرنیوالا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتا ہے جسکی اجازت صرف اعزاز دین یا اپنی جان بچانیکی غرض سے ہی ہے

شمس الائمہ کی تصریحات مذکورہ جو بضمن تعلیل مذکور ہیں ان سے اضطرار کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ جان بچانے کی اور کوئی صورت نہ رہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دفع عن نفسہ سے اخباری محاورات کا دفاع مراد نہیں جیسا کہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کی تحریر پر تبصرہ کے ضمن میں ایک اہل علم نے سمجھ لیا ہے اور پھر ان جزئیات کو مطلقاً اسیر وغیر اسیر سب مسلمانوں کے حق میں عام کر دیا۔ انہیں کئی وجہ سے غلطی ہوئی۔

اول تو یہاں عام دفاع و مدافعت مراد نہیں لے سکتے کیونکہ عن نفسہ کا لفظ (یعنی اپنی جان سے مدافعت کرنا) موجود ہے۔ اور اس کے قبل و بعد کی عبارتوں میں خود شمس الائمہ نے دفع قتل و ہلاکت وغیرہ کے الفاظ سے اس مضمون کو خود بیان فرمایا اُس سے کسی ادنیٰ وہم کی بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔

دوسرے یہ حکم صرف اسیر کے لئے ہے جس کی جان ہر وقت خطرہ میں ہے جیسا کہ خود اسی جزئیہ میں اسیر کی قید مذکور ہے۔

تیسرے اگر اس حکم کو اسیر وغیر اسیر کے لئے عام رکھیں تو شرح سیر کی دو عبارتوں میں جو ایک ہی صفحہ میں مذکور ہیں صریح تعارض ہو جاتا ہے کہ اول تو استعانت اور قتال مع الکفار کے لئے حکم اسلام کا غالب ہونا شرط قرار دیا ہے اور اُسی صفحہ میں اُس کے خلاف یہ حکم لکھا ہے۔

چوتھے جس مقصد کے ثبوت میں صاحب تبصرہ نے ان جزئیات سے استدلال کرنا چاہا ہے یعنی ہندوستان کے مسلمانوں کو ہنود کے ساتھ ملکر تیسری قوم سے قتال جائز ہو یہ پھر بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کو اگر واقعات سے آنکھیں بند کر کے اسیر اور قیدی ہی کہدیا جائے تو وہ اسیر انگریزوں کے ہوں گے نہ کہ ہندؤں کے بلکہ اس صورت میں تو ہندو بھی مسلمانوں کی طرح

اسیر سمجھے جاویں گے پھر ایک اسیر کی تہدید یا وعدہ وعید کا دوسرے اسیر پر کیا اثر ہو سکتا ہے جس سے احکام شرعیہ میں فرق پڑ جائے۔

پانچویں ان جزئیاتِ مذکورہ میں اسیر کی قید مذکور ہونے کے علاوہ خود شمس الائمہ نے دوہی صفحہ کے بعد اس کی جداگانہ تصریح بھی فرما دی کہ یہ احکام اسیر (قیدی) کیلئے ہیں اور جو مسلمان کسی کافر حکومت میں اُن کی اجازت سے داخل ہو جس کو فقہی اصطلاح میں مستامن کہا جاتا ہے اُس کے یہ احکام نہیں۔ شمس الائمہؒ کے الفاظ یہ ہیں:۔

(وهذا بخلاف ما اذا جاءهم قوم من المسلمين ليدخلوا دار الحرب فقال لهم ادخلوا وانتم امنون فدخلوا ولم يشترطوا لهم شيئاً) لان هناك مجيئهم على سبيل الاستيمان بمنزلة التصريح بالاشتراط على انفسهم ان لا يغدروا بهم ولا يوجد هذا المعنى في حق الاسراء لانهم كانوا مقهورين في ايديهم لا مستأمنين (شرح سیر ص ۲۲۵ ج ۳)

بخلاف اُس صورت کے کہ اہل حرب کے پاس مسلمانوں کی کوئی جماعت آئے تاکہ دار الحرب میں داخل ہو اور اہل حرب اُن سے یہ کہدیں کہ داخل ہو جاؤ ہم تمہیں امن دیتے ہیں۔ اور یہ مسلمان دار الحرب میں بغیر اس کے کہ اہل حرب کے قانون و احکام کی پابندی کا عہد کریں دار الحرب میں داخل ہوجاویں کیونکہ اس جگہ اُن کا امن طلب کرنے کے انداز سے آنا ہی گویا اس معاہدہ کی تصریح ہے کہ وہ انکی ساتھ غدر نہ کریں گے۔ اور یہ بات قیدی کے حق میں متحقق نہیں کیونکہ وہ تو اہل حرب کے ہاتھ میں مقہور ہیں مستأمن نہیں

فائدہ مہمہ:۔ شرح سیر کی اس عبارت سے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے موجودہ حکومت سے کوئی عہد نہیں کیا جس کی وجہ سے اُن کو مستامن کہا جا سکے۔ کیونکہ عبارتِ مرقومہ سے معلوم ہو گیا کہ کسی کافر قوم کی حکومت میں اُن کی اجازت سے داخل ہونا اگرچہ کسی عہد و معاہدہ کا تذکرہ نہ آوے یہ بھی ایک عملی معاہدہ اور استیمان ہے۔ اور اس طرح داخل ہونے والا مستامن ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کسی ملک پر کفار کا تسلط کامل ہو جانے کے بعد اُن کی زیرِ حکومت و سلطنت رہنا اور اپنے تمام امور و ضروریات میں اُن کی طرف رجوع کرنا اور خوف کے وقت اُنکی

پناہ لینا خواہ طوعاً ہو یا کرہاً۔ بہر حال یہ بھی ایک عملی استعمال ہے الغرض مسلم و غیر مسلم کے وفاق کی دوسری صورت یعنی اشتراکِ عمل اور استمداد و استعانت اس شرط سے جائز ہے کہ غلبہ اسلام و مسلمین کا ہو۔ کفار غالب یا برابر ہوں تو جائز نہیں۔ صرف اضطرار کی صورتیں جیسے قیدیوں کو درپیش آجاتی ہیں اس شرط سے مستثنیٰ ہیں۔

تیسری صورت

مندرجہ بالا دو صورتوں یعنی مصالحت اور استعانت بشرط غلبہ حکم اسلام کے سوا جتنی صورتیں کسی کافر قوم کے ساتھ اشتراکِ عمل کی ہیں وہ سب اس تیسری صورت میں داخل اور بتصریحاتِ قرآن و حدیث و اجماعِ سلف و خلف ممنوع ہیں گو درجات ممانعت حرمت و کراہت کے اعتبار سے مختلف ہوں۔

اور اصل یہ ہے کہ کفر اور کفار سے بغض و عداوت اور اظہار مخالفت اہم مقاصدِ اسلام سے ہے اور اس کے مقابلہ میں کفار کی متابعت و موالات اور دوستانہ تعلقات حرام صریح اور مخالفت و مشابہت وغیرہ ممنوع و ناجائز ہیں۔ صرف مصالحت اور اشتراکِ عمل کی وہ صورت جس میں غلبہ حکم اسلام کا ہو یا معاملات اجارہ و تجارت کی اجازت دی گئی ہے۔ باقی ہر قسم کا اختلاط و اشتراک کفار کے ساتھ حرام و ناجائز ہے۔

قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ اس بارہ میں اس قدر ہیں کہ اگر جمع کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب ہو جاوے۔

چنانچہ امامِ حدیث حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بنام اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفۃ اصحاب الجحیم لکھی ہے جو باریک ٹائپ کے دو سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جگہ چند آیات واحادیث پر بطور مثال اکتفاء کیا جاتا ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالیٰ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برءٰؤا منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم وبدا بیننا وبینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تومنوا باللہ وحدہ۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو چال چلنی ہے اچھی ابراہیم کی اور جو اس کے ساتھ تھے جب کہا اپنی قوم کو ہم الگ ہیں تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا۔ ہم منکر ہوئے تم سے اور کھل پڑی ہم میں اور تم میں دشمنی اور بیر ہمیشہ کو جب تک تم یقین نہ لاؤ اللہ اکیلے پر۔

اس آیت نے یہ بھی واضح کر دیا کہ کفر و اسلام کی تفریق ایسی چیز ہے کہ جو لوگ نسلی طور پر پہلے سے ایک قوم تھے ان کو اس تفریق نے دو جداگانہ قومیں بنا دیا۔ چہ جائیکہ مسلمانوں کی مستقل قوم کو کفار کے ساتھ ملا کر متحدہ قومیت کا تصور باندھا جاوے۔

وقال تبارک وتعالیٰ۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ومالکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون۔ وقال تعالیٰ (یاایھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا۔

نہ جھکو ان لوگوں کی طرف جنھوں نے ظلم کیا کہ (ان کی طرف مائل ہونے سے) تمھیں بھی آگ جہنم کی لگ جائیگی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں، پھر تمہاری امداد نہ کیجاویگی۔ اے ایمان والو نہ بناؤ غیروں کو اپنا بھیدی۔ وہ تمہارے برباد کرنے میں کمی نہ کریں گے۔

وقال تعالیٰ (ومن یشاقق الرسول ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کے راستہ سے الگ چلے ہم اس کو اسی کے حوالہ کر دیتے ہیں اور جہنم میں داخل کرتے ہیں اور جہنم برا ٹھکانا ہے

وقال تعالیٰ (ولا تتبع اھواءھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہشات کا اتباع نہ کرو اور اس سے بچو کہ وہ اللہ کے نازل کیے ہوئے بعض احکام کے متعلق تمھیں کسی فتنہ میں ڈالدیں۔

وقال تعالیٰ ولئن اتیت الذین اوتوا الکتاب بکل اٰیۃ ما تبعوا قبلتک وما انت بتابع قبلتھم ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذا لمن الظّٰلمین

اور اگر آپ اہل کتاب کے سامنے ہر نشانی پیش کردیں تب بھی وہ آپ کے قبلہ کا اتباع نہ کریں گے اور آپ بھی اُن کے قبلہ کے تابع نہیں اور اگر آپ اُن کی خواہشات کا اتباع کرینگے بعد اسکے کہ آپ کو علم الٰہی مل چکا تو آپ ظالمین میں سے ہوجائیں گے۔

آور احادیث صحیحہ معتبرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں:-

من تشبہ بقوم فھو منھم (رواہ ابو داؤد وقال ابن تیمیہ سنادہ جید اقتضاء ص۳۹)

جو شخص کسی قوم کی ساتھ مشابہت اختیار کرے وہ اُنھیں میں سے ہے۔

انا بریٔ من کل مسلم مقیم بین اظھر المشرکین۔

میں اُس مسلمان سے بَری ہوں جو مشرکین کے درمیان (باختیار خود) مقیم ہو۔

ان الیھود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم (بخاری ومسلم)

یہود ونصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم اُن کی مخالفت کرو یعنی خضاب کیا کرو۔

خالفوا المشرکین حفوا الشوارب واعفوا اللحی (بخاری ومسلم)

مشرکین کی مخالفت کرو مونچھوں کو کٹواو اور داڑھیوں کو چھوڑو۔

خالفوا الیھود فانھم لا یصلون فی نعالھم ولا خفافھم (ابو داؤد)

یہود کی مخالفت کرو وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ (تم پڑھ سکتے ہو)۔

لا یزال الدین ظاھرا ما عجل الناس الفطر لان الیھود والنصاریٰ یؤخرون (ابو داؤد)

یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں کیونکہ یہود ونصاریٰ دیر کرکے افطار کرتے ہیں۔

آیات واحادیث مذکورہ اور اُن کی صدہا نظائر میں عامہ کفار ومشرکین کی ساتھ مخالطت ومشابہت اور مشارکت ومتابعت کو ناجائز قرار دیا ہے اور کفر اور اہلِ کفر سے مخالفت کے اظہار کو ایک اہم مقصد قرار دیا ہے انھیں آیات

ورروایات کے تحت میں عامۂ مفسرین وفقہار نے ایسے افعال کو بھی داخل کیا ہے جن سے کفار کی موالات ومتابعت یامشابہت کا اندیشہ ہو یا جو دوستانہ تعلقات اور خلط ملط وربط ضبط کا ذریعہ بنیں۔

سیدی حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ نے خطبۂ صدارت جمعیۃ العلمار میں اسی کو بالفاظِ ذیل ارشاد فرمایا ہے:۔

رُہا یہ شبہ کہ موالات اَور چیز ہے اور معاملہ اَور چیز ہے۔ آیت موالات کو منع کرتی ہے نہ معاملات کو۔ تو میں کہوں گا۔ کہ ہاں موالات اور معاملہ میں مفہوم کے لحاظ سے فرق ضرور ہے۔ لیکن موالات کے مفہوم میں قربت اور نزدیکی پیدا کرنے والے تعلقات اور باہمی نصرت ومعاونت کے تمام ارتباطات لغوی معنی کے لحاظ سے داخل ہیں پس تمام ایسے معاملے جن کی وجہ سے دشمن کے ساتھ میل جول ربط واتحاد بڑھے۔ ایسے معاملات جو اُن کی معاندانہ طاقت کو بڑھائیں۔ ایسے تعلقات (فوجی ملازمت وغیرہ) جو مسلمانوں کی ہلاکت اور شوکتِ اسلامیہ کے مٹانے میں دخل رکھتے ہوں۔ ایسے روابط جن کی وجہ سے انھیں موقع ملے کہ مسلمانوں کی رضامندی پر استدلال کرسکیں۔ ایسے مراسم جن سے اُن کی ساتھ محبت واُلفت کا اظہار ہوتا ہو براہ راست یا بواسطہ موالات ممنوعہ محرمہ میں داخل ہیں۔ (خطبۂ صدارت ۱۹۲۰ء)۔

یہ افعال ومعاملات ایسے ہیں کہ کسی کافر قوم کے ساتھ مسلمان کے لئے جائز نہیں جن سے کوئی معاہدہ صلح یا اعانت واستعانت کا کسی خاص چیز میں ہو جاوے اُن کی ساتھ بھی صرف معاہدہ کی حد میں موافقت واشتراک جائز ہوگا باقی امور میں وہ بھی عامہ کفار کے حکم میں رہیں گے۔ شرح سیر کبیر میں اُن لوگوں کے بارہ میں جن سے مسلمانوں کی مصالحت وموادعت ہو مذکور ہے۔

لانھم فی حکم المحاربین وان ترکوا القتال بسبب الموادعۃ الی مدۃ (شرح سیر صفحہ ۲۰۲ ج ۲)	کیونکہ وہ بھی محاربین کے حکم میں ہیں اگرچہ ایک مدت کیلئے موادعت کے سبب اُنھوں نے قتال چھوڑ رکھا ہے

خلاصہ یہ ہے کہ

کفار کی ساتھ مسلمانوں کے وفاق کی صرف دو صورتیں جائز ہیں ایک محض مصالحت و موادعت بلا اشتراکِ عمل یہ جائز ہے بشرطیکہ اس میں مصلحت مسلمین ملحوظ ہو اور شرائطِ صلح میں کوئی شرط خلافِ شرع نہ ہو۔

دوسرے استعانت اور مشارکت عمل یہ اس شرط سے جائز ہے کہ غلبہ حکم اسلام کا ہو۔ کفار محض تابع ہو کر ساتھ لگے ہوں۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کسی غیر مسلم قوم کیساتھ اختلاط اور جماعتی اشتراک کی کوئی صورت جائز نہیں۔ خواہ وہ صورت متابعت و بہت مشابہت کہلائے یا موالات و مودت نام رکھی جائے یا کچھ اور۔

کانگریس کی شرکت کس صورت میں داخل ہے

مذکورۃ الصدر تینوں صورتوں کے احکام شرعیہ معلوم ہو جانے کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ مسلمانوں کی شرکتِ کانگریس کس صورت میں داخل ہے۔ اور یہی چیز اس وقت سب سے زیادہ اہم ہے۔ سو کانگریس اور مسلمانوں کی اُس میں شرکت کے مختلف ادوار کا مشاہدہ کرنے والوں اور پیش آمدہ حالات و واقعات کے دیکھنے سُننے والوں پر مخفی نہیں کہ مسلمانوں کی شرکت کانگریس کے مختلف ادوار میں مختلف صورتوں پر رہی ہے۔ اول سے آخر تک ایک صورت نہیں رہی۔

کانگریس کی ساتھ اشتراک کا پہلا دور

تحریکاتِ حاضرہ کے ابتدائی دور میں جب کہ خلافت کمیٹی نہایت قوت و شوکت کی ساتھ پیش پیش تھی۔ ہندو لوگ اہلِ اسلام کے پیچھے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اُس وقت کی حالت یا تو پہلی صورت (یعنی مصالحت) میں داخل تھی یا کم از کم دوسری صورت (یعنی استعانت) میں۔ اور بلاشبہ جوازِ استعانت بالکفار کی شرط یعنی غلبہ اسلام اُس وقت موجود تھا۔ جنگِ آزادی کا عَلم مسلمانوں کے

ہاتھ میں تھا ہندو ساتھ ہو گئے تھے۔

جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس جو ۱۳۳۹ھ ہجری اور ۱۹۲۰ء عیسوی میں بمقام دہلی شیخ العرب والعجم حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ کے زیرِ صدارت منعقد ہوا ہے۔ اس کے خطبۂ صدارت کے ختم پر حضرت ممدوح کی اختتامی تقریر میں جو وفات سے صرف نو روز پہلے فرمائی ہے۔ یہ حقیقت بالکل صاف نمایاں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی ہموطن اور ہندوستان کی سب سے زیادہ کثیر التعداد قوم (ہنود) کو کسی نہ کسی طریق سے آپ کے ایسے پاک مقصد کے حصول میں مؤید بنایا ہے۔ اور میں ان دونوں قوموں کے اتفاق و اجتماع کو بہت ہی مفید اور منتج سمجھتا ہوں اور حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوشش فریقین کے عمائد نے کی ہے اور کر رہے ہیں۔ اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ صورتِ حال اگر اس کے خلاف ہوگی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو ہمیشہ کے لئے ناممکن بنا دے گی۔ اُدھر حکومت کا آہنی پنجہ روز بروز اپنی گرفت کو سخت کرتا جائے گا اور اسلامی اقتدار کا اگر کوئی دھندلا سا نقش باقی رہ گیا ہے تو وہ بھی ہماری بداعمالیوں سے حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ کر رہیگا۔ اس لئے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں عنصر بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر تینوں اگر صلح و آشتی سے رہیں گے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم خواہ وہ کتنی ہی بڑی طاقتور ہو ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبر و استبداد سے شکست کر سکے گی ہاں یہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں کہ ان اقوام کی باہمی مصالحت اور آشتی کو اگر آپ خوشگوار اور پائدار دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی حدود کو خوب اچھی طرح دلنشین کر لیجئے اور وہ حدود یہی ہیں کہ خدا کی باندھی ہوئی حدود میں اُن سے کوئی رخنہ نہ پڑے۔ جس کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس صلح

وآشتی کی تقریب سے فریقین کے مذہبی امور میں کسی ادنیٰ امر کو بھی ہاتھ نہ لگایا جائے اور دنیوی معاملات میں ہرگز کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی فریق کی ایذارسانی اور دل آزاری متصور ہو۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب تک بہت جگہ عمل اس کے خلاف ہو رہا ہے مذہبی معاملات میں تو بہت لوگ اتفاق ظاہر کرنے کے لئے اپنے مذاہب کی حد سے گذر جاتے ہیں۔ لیکن محکموں اور ابواب معاش میں ایک دوسرے کی ایذارسانی کے درپے رہتا ہے۔

میں اس وقت جمہور سے خطاب نہیں کر رہا ہوں بلکہ میری یہ گذارش دونوں قوموں کے زعماء (لیڈروں) سے ہے کہ اُن کو جلسہ میں ہاتھ اُٹھانے والوں کی کثرت اور زبانی تائید سے دھوکا نہ کھانا چاہئے کہ یہ طریقہ سطحی لوگوں کا ہے۔ اُن کو ہندو مسلمانوں کے نجی معاملات اور سرکاری محکموں میں متعصبانہ رقابتوں کا اندازہ کرنا چاہئے۔ اگر فرض کرو ہندو مسلمان کے برتن سے پانی نہ پئے یا مسلمان ہندو کی ارتھی کو کندھانہ دے تو یہ ان دونوں کے لئے مہلک نہیں۔ البتہ ان دونوں کی وہ حریفانہ جنگ آزمائیاں اور ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے اور نیچا دکھانے کی وہ کوششیں جو انگریزوں کی نظروں میں دونوں قوموں کا اعتبار ساقط کرتی ہیں اتفاق کے حق میں سمِ قاتل ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ حضرات میرے اس مختصر مشورہ کو سرسری نہ سمجھ کر ان باتوں کا عملی انسداد کریں گے۔"

(خطبۂ صدارت ص۱۸)

سیدی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بصیرت افروز بیان درحقیقت مسلمانوں کے لئے ایک محکم دستور ہے جس میں اُن کی سب سیاسی و مذہبی الجھنوں کا موثر علاج ہے۔ اس کے خط کشیدہ جملوں کو پھر بغور پڑھئے جنمیں امورِ ذیل کی تصریح ہے۔

(الف) آزادئ ہند کے اصل علمبردار مسلمان تھے پھر ہندوؤں نے تائید

شروع کردی۔

(ب) اس تائید وحمایت کو بضرورت وقت غنیمت سمجھا گیا۔

(ج) ضرورتِ مذکورہ کی بنا پر دونوں قوموں میں مصالحت ہوئی۔

(د) جوازِ صلح کے لئے شرائط یہ تھی کہ (۱) خدا کی باندھی ہوئی حدود میں اس مصالحت سے کوئی رخنہ نہ ڈالا جائے۔ (۲) فریقین کے مذہبی امور میں کسی ادنیٰ امر کو بھی ہاتھ لگایا جائے (۳) دنیوی معاملات میں صلح وآشتی اور رواداری کو شیوہ بنایا جائے۔ (۴) نجی معاملات اور سرکاری محکموں میں متعصبانہ رقابتوں اور حریفانہ جنگ آزمائیوں سے اجتناب کیا جائے۔

اور جبکہ حضرت اقدسؒ کو شرائط مذکورہ کے خلاف بعض مسلمانوں کا حدود مذہب سے تجاوز معلوم ہوا تو اسی بیان میں اُس پر شدید نکیر فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ صلح وآشتی کا پائدار رہنا اسی پر موقوف ہے کہ حدود مذہب کو ہاتھ نہ لگایا جاوے۔

الغرض اگر حقیقت کو دیکھا جاوے تو اُس وقت مسلمان کانگریس میں شریک نہ ہوئے تھے بلکہ کانگریسی ہندو مسلمانوں کے ساتھ تائید وحمایت میں کھڑے ہو گئے تھے اور آزادئ ہند کا مشترک مطالبہ پیش کرنے کیلئے دونوں قوموں میں مصالحت کی صورت پیدا ہو گئی تھی جس کے شرائط سب شریعت کے مطابق اور حدود مذہب کی حفاظت کے لئے بالکل کافی تھیں۔ اس لئے یہ توافق بین المسلمین والمشرکین مذکورۂ بالا تین صورتوں میں سے پہلی صورت یعنی مصالحت میں داخل تھا۔ بعد میں جب جلسہ جلوس اور مظاہروں میں دونوں قوموں کا اشتراکِ عمل ہوا تو اُس کو زیادہ سے زیادہ دوسری صورت یعنی استعانت میں داخل کہہ سکتے ہیں۔ لیکن مطالبہ آزادی کے اصل علمبردار اور کام کو چلانے والے مسلمان تھے اس لئے غلبہ اُن کا تھا اور جواز استعانت کی شرط موجود تھی۔

بہر حال اس ہندو مسلم اتفاق واشتراک کا پہلا دور اپنی اصل و بنیاد کے اعتبار سے حدود شرعیہ کے مطابق جائز وصحیح تھا اسی لئے علماء اہلِ حق میں سے

کسی نے اُس وقت اصل مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا اور جن افعال پر کسی نے نکیر کیا تو وہ ایسے افعال تھے کہ خود حضرت شیخ الہند رح اور دوسرے علماء قائدین تحریک بھی اُس پر نکیر میں شریک تھے۔ اور جن حضرات نے تحریک سے اختلاف کیا تو اُس کی وجہ بھی اصل مسئلہ کا اختلاف نہ تھا بلکہ اس بارہ میں رائے کا اختلاف تھا کہ یہ تحریک غلبہ اسلام کے لئے مفید و منتج ہوگی یا معاملہ برعکس ہوگا۔

سیدی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے جو اس تحریک سے اختلاف کیا تھا اُن کا اپنا بیان خود یہ ہے جو رسالہ شق الغین کے آخر میں شائع ہوا ہے:۔

مسئلہ چہارم۔ حامیانِ کانگریس میں سے بعض حضرات اس اشتراک کو اُستاذی حضرت مولانا دیوبندی کا اتباع سمجھتے ہیں اور بعض اصحاب اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی شافعی کے خیال کرتے ہیں۔ سو میرے نزدیک یہ دونوں خیال محض غلط ہیں حضرت مولانا کا اشتراک مصالحت تھا نہ کہ متابعت یعنی اُس وقت تحریکِ خلافت نہایت قوت پر تھی جس سے حضرت مولانا کو قوی اُمید تھی کہ حکم اسلام کا غالب ہوگا اور ہم لوگوں کا خیال قرائن و وجدان سے اس کا عکس تھا سو یہ اختلاف محض رائے کا اختلاف تھا اور مثل اختلاف شافعی حنفی کے اجتہادی تھا۔ اس اشتراک میں متابعت کے شائبہ کا وہم بھی نہ تھا یہی وجہ ہے کہ اگر کسی وقت کسی شعار اسلامی کے ضعف یا کسی شعار کفر کی قوت کا ذرا شبہ بھی ہوتا تھا تو فوراً اُس پر نکیر شدید فرماتے تھے چنانچہ مشاہدہ متواترہ اس کا شاہد ہے بخلاف اس وقت کی حالت کے کہ اب کانگریس کی قوت سے کفر و شرک کا حکم غالب ہے اُس کی ہر تجویز سے موافقت و مداہنت کی جاتی ہے اس وقت کا اشتراک بصورت ادغام بالکل متابعت ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنی تقویت و تنظیم مستقل لازم ہے تاکہ اس کے بعد جو اشتراک ہو مصالحت ہو متابعت نہ ہو خلاصہ یہ کہ اشتراک ایک لفظ مشترک ہے مگر اس کے دو فردوں کا

یعنی مصالحت و متابعت کا حکم جدا جدا ہے پس حقیقی امتیاز کے بعد محض لفظی اشتراک سے اشتباہ نہ ہونا چاہیے۔ اھ (بوادر النوادر ص ۹۶۶)۔

الغرض سیدی حضرت شیخ الہند اور حضرت حکیم الامت (متعنا اللہ تعالیٰ بفیوضہما) کی تصریحات سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ کانگریس کی ساتھ مسلمانوں کا اشتراک اپنے ابتدائی دور میں جائز مصالحت کی صورت سے تھا جس کے فی نفسہ جواز میں کسی کو اختلاف نہ تھا۔ اسی طرح اس میں بھی کسی کو اختلاف نہ تھا کہ جس چیز سے اسلام و اہل اسلام کو ضعف یا مضرت پہنچے اس سے علیحدگی لازم ہے۔ اسی واسطے شدھی سنگٹھن کے واقعات اور نہرو رپورٹ کے بعد عام اہل اسلام اور بالخصوص علماء و زعماء، کانگریس سے کنارہ کش اور متنفر ہو گئے۔

شرکتِ کانگریس کا دوسرا دور

لیکن شدھی سنگٹھن کے واقعات کے بعد جب کانگریس نے لاہور میں نیا جنم لیا اس میں تحریک کے بانی اور علمبردار ہندو تھے مسلمان ابھی ابھی ہندوؤں کی خیانت و غداری اور شدھی سنگٹھن کے المناک حوادث کی تلخی محسوس کر رہے تھے اس لئے ہندوؤں کے ساتھ اس تحریک میں شریک ہونے سے جھجکتے تھے پھر رفتہ رفتہ کچھ مسلمان بھی اُن کی ساتھ جا لگے۔ اس وقت چونکہ تحریک پر پورا قبضہ اور غلبہ ہندوؤں کا تھا۔ اُنھوں نے اس تحریک کو صرف ایک سیاسی تحریک کے بجائے خالص ہندو ذہنیت اور ہندوانہ خیالات اور طرز پر اُٹھایا۔ اور یہ اصول بنا دیا کہ جو شخص کانگریس میں داخل ہو وہ انفرادی اور شخصی حیثیت سے داخل ہو کسی جماعت کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے کانگریس میں نہ لیا جائیگا اس کا منشاء یہ تھا کہ مسلمانوں کی حیثیت کانگریس میں ایک مستقل قوم اور جماعت کی نہ مانی جائے گی بلکہ جس قدر افراد داخل کانگریس ہوں گے وہ محض ہندوستانی ہونے کی حیثیت میں اپنے اعداد و شمار کے مطابق کانگریس کے حصہ دار

ہوں گے جس کا لازمی اثر یہ تھا کہ مسلمان کانگریس میں نہایت کمزور اقلیت میں ہوکر ہمیشہ ہندو اکثریت کے تابع و محکوم بنے رہیں جیسا کہ جمہوری نظام مروجہ ہند کا اقتضا ہے۔

یہی وجہ ہوئی کہ کانگریس میں شریک ہونے والے مسلمانوں میں خود اختلاف پیش آیا علماء و زعماء کی ایک جماعت نے اس طرح بلا شرط داخلہ کانگریس کو مسلمانوں کے لئے مذہبی اور سیاسی حیثیت سے مضر سمجھا۔ اور بہت سے ماہرین سیاست مسلمان کانگریس سے علیحدہ ہوگئے۔ اب باقیماندہ مسلمان جو کانگریس میں رہ گئے وہ اور بھی زیادہ اقلیت و ضعف کی حالت میں رہ گئے۔ اور ہندوؤں کو کانگریس کے سیاسی محاذ سے اپنے خالص ہندوانہ خیالات و تصورات کو بر روئے کار لانے اور پورے ہندوستان پر اُن کو مسلط کرنے کا موقع ملگیا۔

چنانچہ کانگریسی جھنڈے کو ہندوانہ سلامی اور بندے ماترم کا مشرکانہ ترانہ تو کانگریس کے آئین و شعار میں داخل کر لیا گیا۔

واردھا اسکیم۔ ودھیا مندر اسکیم۔ دیہات سدھار اسکیم کے نام سے ایسی قانون پورے ہندوستان کے لئے جاری کئے جن کا سیاست اور آزادی کے مطالبہ سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ان سب کا خلاصہ ہندوستان کی ہر قوم مسلم و غیر مسلم کو ہندوانہ رنگ میں رنگنے اور ہندو طرزِ معاشرت اور مشرکانہ رسم و رواج کا عادی بنانے کے سوا کچھ نہیں۔ یہاں تک کہ ہندوستان کی زبان بھی بجائے اُردو کے ہندی بنانے کی پیہم کوشش شروع کر دی اور دفتری زبان تو جہاں جہاں بس چلا بدل بھی ڈالی۔

مسلمانوں کی سب جماعتوں نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اور تمام اسلامی جماعتوں کی طرح جمعیۃ علماء ہند نے بھی ان اسکیموں کو شعائر اسلام کے مٹانے اور اسلامی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والا اور مسلمانوں کو ہندوؤں میں جذب کرنے کا مرادف قرار دیکر اُس کے خلاف احتجاج کیا لیکن کانگریس نے ان تمام اختلافی

احتجاجات کا ذرہ برابر اثر نہ لیا۔

ان اسکیموں کی حقیقت اور اسلام و شعائر اسلام کے لئے انتہائی مضر ہونا خود اُن علماء و زعماء نے واضح کیا جو کانگریس میں شریک تھے اور بعض اب بھی شریک ہیں۔ ان میں سے چند حضرات کے کچھ کلمات ذیل میں درج ہیں ان سے واقعات و حالات پوری طرح روشن ہو جائیں گے۔

جمعیۃ علماء ہند کا احتجاج وار دھا اسکیم کے خلاف

جمعیۃ علماء ہند نے اپنے جلسہ منعقدہ مورخہ ۳-۴-۵-۶ مارچ سنہ ۱۹۳۹ء میں ایک طویل قرارداد پاس کی اُس میں کہا کہ ہم کو افسوس ہے کہ وار دھا اسکیم کے بنیادی اصول عدم تشدد کی جو تشریح خود ڈاکٹر ذاکر حسین صدر وار دھا کمیٹی نے اپنی رپورٹ اردو ایڈیشن رسالہ جامعہ صفحہ ۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹ میں پیش کی ہے وہ بالکل مختلف چیز ہے۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ اس اسکیم کا آخری مقصد تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک جماعت پیدا کرنا ہے جس کا کلچر، جس کا عقیدہ اور جس کے اعمال ایک ہی طرح کے ہوں جو تمام مذاہب کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ سب سچے ہیں اور اُن کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ نیز اہمسا کی صداقت پر ایمان ہو اور اسی پر عمل بھی ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ اصول نہ صحیح ہے اور نہ عملی اس لئے کہ باشندگان ہند کے مختلف مذاہب اور رجحانات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ مسلمانوں کیلئے یہ محال ہے کہ وہ اپنے اسلامی کلچر کو چھوڑ کر کسی متحدہ قوم کے اندر جذب ہو جائیں اور اسلامی اور غیر اسلامی کلچروں کا کوئی امتیاز تسلیم نہ کریں مسلمان دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری کا طرز عمل اختیار کرنے کے لئے طیار ہیں۔ مگر اس طرز عمل کے برعکس ایک بنا دینے والے کسی ایسے نیشنل ازم (متحدہ قومیت) کا سبق پڑھایا جانے لگا جو اسلامی تہذیب کی خصوصیات کو برباد کر دینے والا ہے تو یہ

پالیسی نہ صرف سطحی بلکہ آئندہ کی تباہی کا باعث ہوگی۔ رپورٹ اجلاس جمعیۃ العلماء ص ۲۹۵ (از نظامنامہ جمعیۃ علماء اسلام)

دیہات سدھار اسکیم کی خلاف امارت شرعیہ کا احتجاج

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار۔ صدر انڈی پنڈنٹ مسلم پارٹی۔ ممبر عاملہ جمعیۃ العلماء نے دیہات سدھار اسکیم کے خلاف ۲۳ راگست ۱۹۳۸ء کو دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف (پٹنہ) سے انریبل ڈاکٹر محمود وزیر تعلیم کانگریس وزارت بہار کو ایک احتجاج نامہ ارسال کیا جس میں لکھتے ہیں:۔

"ان دونوں ادارات (مدھوبنی آشرم اور پھلواری شریف کیمپ جیل) میں جن مضامین کی تعلیم دی جائے گی وہ حسب ذیل ہیں۔ تاریخ۔ گاؤں کی پنچایت۔ دیہات کی زندگی ستیاگرہ (سچائی) اور اہمسا (عدم تشدد کا مذہب) مہاتما گاندھی کی سوانحمری خود نوشت (تلاش حق) اور مہاتما گاندھی کی تعلیم وغیرہ۔ میں اس خط کے ذریعہ اس اسکیم کے بدترین نقائص کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں اور آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ قابل اعتراض مضامین خارج کرنے کا اعلان کردیں۔ آپ اور آپ کی حکومت نے اہمسا دھرم گاندھی جی کی سوانح عمری (تلاش حق) اور ان کی تعلیم کو خصوصیت کے ساتھ ہر قوم وملت کے لڑکوں کے لئے لازم قرار دیا ہے۔

یہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ اہمسا دھرم۔ گاندھی جی کی تعلیمات اور ان کی سوانحمری جو زیادہ تر ان کے مخصوص مذہبی معتقدات و تخیلات اور تلاش حق کی سرگردانیوں کی آئینہ دار ہیں۔ ہندوؤں کے لئے دل آویز اور بصیرت افروز ہوسکتی ہیں۔ لیکن یہ تمام چیزیں مسلمانوں کی مذہبی۔ اخلاقی۔ تمدنی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والی ہیں۔ اس لئے مسلمان اس قسم کی تعلیم و تربیت ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں کرسکتے۔ مسلمانوں کے مذہبی اور قومی رواجات کی بیخ کنی اس اسکیم میں نمایاں ہے مسلمانوں میں بجائے اسلام ازم پھیلانے کے ہندو ازم پھیلانے کا تہیہ کیا جا رہا ہے۔ امارت شرعیہ بہار کا آرگن

نقیب ۱۲ جلد ۶ (عصر جدید کلکتہ ۳ ستمبر ۱۹۳۸ء)۔

مسلمان کانگریسی اخبار مدینہ بجنور کا تبصرہ

اخبار مدینہ بجنور ۷ ستمبر ۱۹۳۸ء میں بعنوان (گاندھی ازم اور مسلمان) لکھا ہے:۔

اس خط کی نقل مولانا سجاد نے مولانا ابوالکلام کے پاس ارسال فرمائی ہے تاکہ وہ اپنی مخصوص ذمہ داریاں محسوس کرتے ہوئے اس کی طرف توجہ مبذول فرمائیں اور اپنے اثرات کو کام میں لاکر نصاب تعلیم کی مذکورہ قابل اعتراض باتوں کے اخراج کے لئے کوشش عمل میں لائیں۔ ہمیں ابتک معلوم نہ ہو سکا کہ ان دونوں مقتدر اور محترم ہستیوں نے اس خط کا کیا جواب دیا۔ اور ابتک جواب دینے کی زحمت بھی گوارا فرمائی یا نہیں۔ الخ۔

نیز اسی اخبار نے گاندھی مذہب کے سب سے بڑے شارح اچاریہ کرپلانی کی تحریر جو کانگریس کی موجودہ حقیقت کے بیان سے متعلق ہے شائع کرکے اس پر ایک تبصرہ لکھا ہے جس کے چند جملے سوال میں نقل کئے گئے ہیں وہ بھی قابل ملاحظہ ہے

مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کا ایک مقالہ

مولانا احمد سعید صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند نے اپنی نظامت کے زمانہ میں سائمن کمیشن کے سلسلہ میں ایک مقالہ شائع کرایا تھا جو ۴ جنوری ۱۹۳۸ء کے عصر جدید کلکتہ میں شائع ہوا ہے اس کے چند جملے یہ ہیں:۔

"انگریز سے حقوق حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انگریز کی جگہ ہندو کو وہی حق دیدیئے جاویں جو اب انگریز کو حاصل ہیں۔

(پھر فرماتے ہیں) ایسے سوراج کو سلام ایسی آزادی کو ڈنڈوت جس کا انجام ہندو راج یا ہمیوں کی غلامی ہو۔

(پھر فرماتے ہیں) ہندو بربریت اور عاصبیت نے مسلمانوں کی نظر میں آزادی کا مفہوم مشتبہ کر دیا ہے۔

(پھر فرمایا) اس کا (یعنی مسلمان کا) خیال ہے کہ جس کو آزادی کہا جاتا ہے وہ درحقیقت ہندوؤں کی غلامی ہے اور جس کو سوراج کہا جاتا ہے وہ سامراج ہے"

اس قسم کے بہت سے بیانات ہیں جو خود شرکا، کانگریس کی طرف سے شائع ہوئے۔ مگر افسوس وحیرت ہے کہ کانگریسی ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس اجتماعی مطالبہ واحتجاج کا ذرہ برابر اثر نہ لیا اور اپنی اسکیموں کا ایک شوشہ نہ بدلا پھر بھی یہ حضرات اُسی طرح کانگریس میں شریک اور اُس کی طرف مسلمانوں کو دعوت دینے اور اُس کی حمایت کرنے میں سرگرم ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کی نکیر سے بتصریح حدیث عند اللہ بری نہیں ہو سکتے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود کی حدیث ترمذی ابوداؤد میں مذکور ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماءھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم و اکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علی لسان داؤد وعیسی بن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون الحدیث (مشکوۃ)

شرکت کانگریس کے پہلے اور دوسرے دور کا موازنہ

پہلا دور	دوسرا دور
(۱) جنگ آزادی کے علمبردار اور تحریک پر قابو یافتہ مسلمان تھے ہندو ساتھ لگ لئے تھے۔	(۱) جنگ آزادی کے علمبردار اور تحریک پر پورے قابو یافتہ ہندو ہیں مسلمان ساتھ لگ لئے۔
(۲) مسلمانوں کی اپنی تنظیم بذریعہ خلافت کمیٹی مکمل تھی اور جماعتی حیثیت سے	(۲) موجودہ کانگریس میں مسلمانوں کی مستقل قومیت ہی تسلیم نہیں اور نہ کوئی مطالبہ قومی

پہلا دور	دوسرا دور
اہل خلافت نے ہندوؤں سے صلح کی تھی۔	اور مذہبی حیثیت سے کانگریس کو پلیٹ فارم پر سنا جاسکتا ہے کانگریس میں داخلہ انفرادی طور سے اور وہ بھی بلا شرط ہو سکتا ہے۔
(۳) اُس وقت مصالحت میں سب سے اہم چیز یہ تھی کہ محض ایک سیاسی مطالبہ (یعنی آزادیٔ ہندوستان) میں اشتراک ہوگا. فریقین کے مذہبی امور میں سے کسی ادنیٰ امر کو ہاتھ نہ لگایا جاویگا۔	(۳) اب کانگریس مسلمانوں کے مذہبی۔ تمدنی۔ معاشرتی سب امور میں نہ صرف یہ کہ دخل دینا چاہتی ہے بلکہ جبری طور سے شعائر اسلام کو مٹا کر ہندو رنگ چلانے کی سعی بہیم کر رہی ہے۔
(۴) شرکت کانگریس کی وجہ سے مسلمان کسی خلافِ شرع کام میں شرکت پر مجبور نہ تھے بلکہ جو افعال خلافِ شرع صادر ہوئے وہ افراد و اشخاص کے ذاتی اعمال تھے۔ جیسے قشقہ لگانا وغیرہ کانگریس کی قرارداد نہ تھی اور جب اُن کے خلافِ شرع ہونے پر تنبیہ کی گئی مسلمان اُس سے باز آگئے۔	(۴) اب خود کانگریس کے آئین اور جاری کردہ تجاویز میں ایسی چیزیں داخل ہیں جو نہ صرف معصیت بلکہ اصولِ شریعت اور شعائرِ اسلام کے سراسر خلاف ہیں جیسے جھنڈے کی سلامی، مشرکانہ ترانہ اور ہندوانہ تعلیم وغیرہ کی اسکیمیں۔ اور مسلمانوں کو بوجہ اقلیت آئینی طور پر یہ اختیار ہرگز نہیں کہ اُس میں تبدیل کرا سکیں۔

مندرجۂ بالا تفصیلات سے جس طرح یہ واضح ہوگیا کہ کانگریس کے ساتھ اشتراک کا پہلا دور جو حضرت شیخ الہندؒ کے عہد میں تھا وہ ہندوؤں کے ساتھ ایک قسم کی مصالحت یا استعانت کی جائز صورت تھی اسی طرح یہ بھی روشن ہوگیا کہ اُس کے دوسرے دور میں یہ اشتراک محض مغلوبیت اور متابعت ہوگئی۔ اور وہ بھی ایسی امور میں جو شعائر اسلام کو ہدم کرنے والے ہیں۔ جس کو وہ حضرات بھی مذکورہ بالا بیانات میں تسلیم کر رہے ہیں جو کانگریس کی شرکت کو نہ صرف جائز فرماتے ہیں

واجب تک کہنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اور بڑی تلبیس یہ کی جاتی ہے کہ اس طرزِ عمل کو حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ سابقہ تصریحات سے معلوم ہو چکا کہ اس موجودہ طرزِ عمل کو حضرت ممدوح کے طرزِ عمل سے کوئی دور کی بھی نسبت نہیں بلکہ دونوں میں کھلا ہوا تضاد ہے۔
کفار کی ساتھ اتفاق کی تین قسمیں جو اوپر مفصل ذکر کی گئی ہیں اُن میں معلوم ہو چکا ہے کہ جب غلبہ اسلام کا نہ ہو تو کفار سے استعانت بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ بلا شرط انفرادی طور پر کفار کی جماعت میں شامل ہو جانا اور پھر شعائر کفر کے اظہار اور شعائر اسلام کے مٹانے والی تجاویز نافذ کرنے کے باوجود اُس میں شامل رہنا جو تیسری قسم کی بھی بدترین فرد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی شرکتِ کانگریس بلا شبہ ناجائز ہے بچند وجوہ۔

اوّل اس لئے کہ کانگریس میں ہندو غالب اور مسلمان مغلوب ہیں۔ اور ایسی حالت میں اگر ہندو بالفرض رواداری سے بھی کام کریں اور اسلام کے خلاف تجاویز نافذ نہ کریں جب بھی حسب تصریحات مذکورہ اُن سے اشتراکِ عمل جائز نہیں۔

دوسرے اس لئے کہ صورتِ موجودہ میں مسلمانوں کو طوعاً یا کرہاً ہندوؤں کی متابعت کرنا پڑتی ہے۔

تیسرے اس لئے کہ ایسی متابعت و مشارکت حسب تصریح جمہور مفسرین و فقہاء و حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ موالاتِ کفار کی حد میں داخل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ خطبہ صدارت جلسہ جمعیت العلماء دہلی کے حوالہ سے اوپر آ چکا

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

چند شبہات اور اُن کا ازالہ

کہا جاتا ہے کہ حدیث میں آخر زمانہ کے متعلق خبر ہے کہ مسلمان رومی کفار سے صلح کریں گے اور اُن کی ساتھ ملکر کسی تیسری قوم کا مقابلہ کریں گے اور کامیاب ہوں گے۔ اس سے بلا شرط ہندوؤں کی ساتھ ملکر انگریزوں کا مقابلہ کرنیکی اجازت نکالی جاتی ہے۔

یہ حدیث ابوداؤد کتاب الفتن میں حضرت ذی مخبر رضی سے مروی ہے لیکن اول تو اس حدیث میں صلح کی نوعیت اور شرائط صلح کا کوئی تذکرہ نہیں کہ اُس میں حکم اسلام کا حسب شرط غالب ہوگا یا کیا صورت ہوگی کیونکہ الفاظ حدیث صرف یہ ہیں۔

ستصالحون الروم صلحا امنا۔ | تم رومیوں سے قابل اطمینان صلح کروگے۔

دوسرے یہ ایک خبر ہے جو زمانہ فتن میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق ہے اُس میں یہ کیا ضرور ہے کہ جو کچھ اُس وقت کے مسلمان کریں وہ صورت صحیح اور قابلِ تقلید ہو بلکہ فتن کی احادیث میں تو عموماً وہ واقعات مذکور ہیں جو شرعاً مذموم ہیں مثلاً حدیث میں ہے کہ آخری زمانہ میں جھوٹ اور جھوٹی شہادتوں کی کثرت ہوجائے گی راگ مزامیر عام ہوجائیں گے۔ اور اولاد والدین کی نافرمانی کریگی وغیرہ وغیرہ۔ تو جس طرح ان احادیث سے جھوٹ اور مزامیر اور والدین کی نافرمانی کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔ اس اشتراکِ عمل کو علی الاطلاق کیسے جائز کہا جاسکتا ہے۔ بالخصوص جبکہ دوسری احادیث صحیحہ میں اُس کے لئے غلبۂ اسلام و مسلمین کی شرط بھی مذکور ہو۔ اور حدیث کے آخر میں فتح کے بعد پھر باہمی قتل و قتال اور اُس میں عصابہ مسلمین کی شہادت مذکور ہے اُس سے آخری جہاد کا محمود ہونا معلوم ہوتا ہے جو نقض صلح کے بعد ہوگا لیکن اُس سے پہلے کے واقعہ کے جواز پر کوئی استدلال نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ مسلمانوں کی جماعت ہوگی اور اپنے استقلال کو باقی رکھکر رومیوں سے صلح

کرے گی۔ اس سے کفار کی جماعت میں انفرادی طور سے بلاشرط داخلہ وادغام کے جواز کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

(۲) بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مدینہ کے بعض قبائل یہود سے اس پر صلح کی تھی کہ دونوں قومیں متفق ہو کر دوسری اقوام کا مقابلہ کریں گی۔ اس سے موجودہ حالت میں ہندوؤں کی ساتھ اشتراکِ عمل کا جواز بڑے شدومد کی ثابت کیا جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس واقعہ کی نقل اور اس سے استدلال میں کھلی ہوئی خیانت سے کام لیا گیا ہے کہ جس کتاب اور جس جگہ سے یہ واقعہ نقل کیا جاتا ہے اسی جگہ اسی کتاب میں وہ شرائط بھی مذکور ہیں جن کی بنا پر یہ اشتراک و مصالحت جائز رکھی گئی۔ وہ یہ کہ وہاں قوت و غلبہ مسلمانوں کا تھا یہ قبائل یہود تابع ہو کر ساتھ لگے تھے اور وہ بھی اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں قوموں مسلم و غیر مسلم کے حکم مسلمہ فریقین تھے کہ کوئی اختلاف باہم پیش آوے تو فریقین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننا پڑے گا۔ یہ پورا واقعہ اور معاہدہ جو اس سلسلہ میں لکھا گیا ہے سیرت ابن ہشام میں بالفاظِ ذیل منقول ہے:۔

هذا کتاب من محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المؤمنین والمسلمین من قریش ویثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم انهم امة واحدة من دون الناس (الی ان قال) وان المؤمنین بعضهم موالی بعض دون الناس وانه من تبعنا من الیهود فان له النصر والاسوة غیر مظلومین

یہ معاہدہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے درمیان مومنین و مسلمین کے قریش اور اہل یثرب اور اُن لوگوں کے جو اُن کے تابع اور اُنکی ساتھ ملحق ہوں اور اُنکی ساتھ جہاد کریں یہ کہ وہ ایک جماعت ہیں دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں (الی قولہ) اور یہ کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ولی اور دوست ہیں بمقابلہ غیروں کے۔ اور یہ کہ جو لوگ یہود میں سے ہمارے تابع ہوجادیں تو اُن کی امداد کی جاویگی نہ اُن پر ظلم کیا جاوے

ولامتناصرين عليهم (ثم قال) و انه ماكان بين اهل هذه الصحيفة من حديث او اشتجار يخاف فساده فان مرده الى الله عزوجل والى محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم	یا اُن کے مقابل کی امداد کی جاوے گی (پھر لکھا) اور جو اس عہد نامہ والوں کے درمیان کوئی خلاف جھگڑا پیش آجاوے تو اُس کا رجوع فیصلہ کے لئے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگا۔

اس صحیفۂ گرامی کے خط کشیدہ جملوں کو غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ دو جگہ اس کی تصریح ہے کہ اصل قوت و غلبہ مسلمانوں کا تھا خواہ تعداد بھی زیادہ ہو جیسا کہ قبائلِ اوس و خزرج کے داخل اسلام ہو جانے سے ظاہر ہے یا تعداد کم ہی ہو کیونکہ اُس زمانہ میں غلبہ کا مدار اکثریت تعداد پر نہ تھا بہرحال یہود محض تابع ہو کر ساتھ لگ گئے تھے اور تابع بھی ایسے کہ ہر اختلافی معاملہ کا حَکَم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے پر مجبور تھے۔

کیا کانگریسی ہندو اب اسی طرح تابع ہو کر مسلمانوں کے پیچھے چلنے والے ہیں یا وہ مسلمانوں کے کسی بڑے سے بڑے کو اپنا حَکَم تسلیم کر سکتے ہیں۔ یا اس کے برعکس کانگریسی مسلمان اُن کے تابع ہیں اور اُن کے سرگروہ گاندھی کو طوعاً یا کرہاً حَکَم بنا رکھا ہے۔ پھر اس واقعہ کو ناتمام نقل کر کے اُس کو کانگریس میں مدغم ہو جانے کی دلیل بنانا اور لفظ امۃ واحدۃ سے جو حسب تصریح لسان العرب اس جگہ توسعاً و مجازاً استعمال ہوا ہے۔ کانگریس کی مجوزہ متحدہ قومیت پر استدلال کرنا کس قدر ظلم عظیم ہے۔

حامیانِ کانگریس اپنے استدلال میں ایک فتویٰ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کا شرکتِ کانگریس کے جواز پر پیش کرتے ہیں لیکن اُن کے دعوے کی تردید کے لئے خود یہی فتویٰ کافی ہے اُس کے سوال و جواب کو پورا پورا پڑھنے کے بعد ہر سمجھدار انسان اُس سے موجودہ وقت کی کانگریس کی ساتھ موجودہ طرز کے اشتراکِ عمل کو ناجائز قرار دینے کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتا

اس لئے ہم وہ سوال وجواب بعینہٖ نقل کرتے ہیں تاکہ اہل بصیرت خود فیصلہ کرلیں کہ اس فتوے سے موجودہ دور کی کانگریس میں یہ بلا شرط انفرادی داخلہ اور اسمیں بیسیوں چیزیں مسلم مفاد اور اسلامی اصول کے خلاف رائج ہونیکے باوجود اسمیں داخل رہنا جائز ثابت ہوتا ہے یا ناجائز۔ (منقول از نصرۃ الابرار ص۱۳)۔

سوال سوم

ایک جماعت قومی مسمی بہ نیشنل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکنائی ہند کیواسطے رفع تکالیف وجلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی اور اُن کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث اُنھیں اُمور میں ہو جو کل جماعتہائے ہند پر مؤثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کیجاوے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہو یا خلافِ سرکار ہو۔ تو ایسی جماعت میں شرکت درست ہے یا نہیں

سوال چہارم

سید احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت ایسوسی ایشن قائم کی ہے اور لوگونکو بذریعہ اعلان مطبوعہ ۸ راگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بناس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف ہیں شامل ہیں۔ ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علیگڈھ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اُس کی مدد کے واسطے جابجا ایسوسی ایشنیں انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں جو شخص اُنکی ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اُس کی ساتھ طرح طرح کا فساد او رفتنہ برپا کر کے اُسکو جبراً ملانا چاہتے ہیں۔ ایا ایسی جماعت میں مسلمانونکو شامل ہونا اور اُنکی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ اور نیچری لوگ بدخواہِ اسلام ہیں یا نہیں۔؟

جوابات از حضرت گنگوہی قدس سرہٗ

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشرا و تجارت میں کرلیویں اس طرح کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے۔ مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہئیے اگرچہ وہ خیرخواہی قوم کا نام لیتا ہے یا واقع میں خیرخواہ ہو مگر اُس کی شرکت مآل کار اسلام و مسلمانونکو سم قاتل ہے ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے

ف اس سوال پر رسالہ نصرۃ الابرار میں اور بھی علماء کے جوابات لکھے ہوئے ہیں [illegible] حضرت گنگوہی کا جواب [illegible] جواب [illegible] [illegible] ۱۲

کرآدمی ہرگز نہیں بچتا بس اُس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کر لینا۔ اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی ذلت واہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اُسی طرح پر ہے اور بس۔ فقط بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

اس سوال وجواب کے خط کشیدہ الفاظ کو مکرر پڑھکر مندرجہ ذیل امور پر نظر ڈالیے:

(۱) یہ فتویٰ سنہ ۱۳۰۵ ہجری کا شائع شدہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ اسمیں جس کانگریس کی شرکت کا سوال ہے وہ اب سے تقریباً انسٹھ برس پہلے کی کانگریس ہے جبکہ اُسکی بنیاد کسی انگریز کے ہاتھوں قائم ہوئی تھی اور وہ اپنی بالکل ابتدائی حالات میں تھی

(۲) اسوقت کی کانگریس کے اغراض ومقاصد اس سے زائد نہ تھے کہ باشندگان ملک کی تکلیف کے ازالہ یا کسی خاص فائدہ کی تحصیل کیلئے حکومت کے سامنے کوئی درخواست پیش کی جائے۔ جیسے آجکل کسی محلہ میں بسنے والے ہندو ومسلمان ملکر میونسپل بورڈ میں محلہ کی روشنی یا صفائی وغیرہ کیلئے کوئی مشترک درخواست دیں۔ نہ کسی حکومت کا مقابلہ تھا نہ کسی نئے نظام حکومت کی تشکیل وتجویز زیر بحث تھی نہ اقلیت واکثریت کی جنگ تھی۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی درخواستوں میں مسلمان اور ہندو کا اجتماع ایک نوع مصالحت ومعاملہ کے سوا کوئی چیز نہ تھا۔

(۳) اُس وقت کی کانگریس کے اصول مقررہ میں سے تھا کہ کانگریس کسی ایسے امر میں بحث بھی نہ کرے گی جو کسی مذہب وملت کو مضر ہو۔

(۴) اُسوقت کی کانگریس کا یہ بھی اصول تھا کہ کسی ایسے امر میں بھی بحث نہ کریگی جو خلاف سرکار ہو

(۵) حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے اُس کانگریس کی شرکت کا سوال کیا گیا جسکی کیفیات وحالات اوپر معلوم ہوئے۔

(۶) ایسی جماعت کی ساتھ بھی حضرت موصوف نے صرف شرکت معاملہ کی اجازت دی جیسے بیع وشرا وغیرہ کی شرکت ہو نہ یہ کہ دونوں قوموں کے اتحاد واشتراک سے کسی متحدہ قومیت کی بنیاد ڈالی جائے اور یہ شرکت معاملہ کی اجازت بھی

شرائط ذیل کے ساتھ دی (الف) اس شرکت و معاملہ سے کوئی امر خلاف شرع لازم نہ آوے (ب) اُس میں مسلمانوں کی کوئی ذلت و اہانت نہ ہو (ج) اس شرکت سے ہنود کو تقویت و ترقی نہ ہو۔ اور اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اس شرکتِ معاملہ کو بھی صراحۃً حرام قرار دیا ہے۔

اب اہلِ نظر سے یہ سوال ہے کہ (۱) کیا کانگریس اب بھی وہی ساٹھ برس پہلے کی کانگریس ہے اور اُس کے وہی اغراض و مقاصد ہیں یا وہ اپنے موجودہ آئین کی رو سے حکومتِ وقت کے خلاف حصولِ آزادی کی آئینی جنگ کی علمبردار اور نئی حکومت اور نئے نظام کا مطالبہ رکھتی ہے جس کے لئے وہ ہندو مسلم کی ایک مشترک حکومت کے ایسے قوانین بنا رہی ہے جس میں مسلم قوم اپنی اقلیت کی بنا پر ہمیشہ کیلئے ہندوؤں کی غلام بنی رہے۔ (۲) اور کیا اب بھی کانگریس کا یہی طرزِ عمل ہے کہ وہ کسی ایسے امر سے بحث نہ کرے جو کسی مذہب و ملت کو مضر ہو۔ اور اگر ایسا ہے تو کیا واردھا کی تعلیمی اسکیم اور دیہات سدھار اسکیم اور ودیا مندر اسکیم اور بندے ماترم کے مشرکانہ ترانے اور جھنڈے کی مشرکانہ سلامی میں مسلمانوں کی شرکت مذہبِ اسلام اور مسلم قوم کیلئے مضر نہیں جن کی کانگریس میں صرف بحث نہیں بلکہ تجویز پاس ہو کر نافذ ہو چکی ہے اور باوجود تمام مسلمان جماعتوں کے احتجاج کے اُنکا ایک گوشہ بھی وہ بدلنے کیلئے طیار نہیں۔

(۳) اور کیا اب بھی کانگریس وہی ٹوڈیوں کی جماعت ہے جو خلافِ سرکار کسی امر میں بحث کرنے کیلئے بھی طیار نہیں۔

اگر آج کانگریس کے یہ حالات نہیں رہے جیسا کہ ہر آنکھوں والے پر روشن ہے تو پھر جو فتویٰ مذکورہ بالا حالات میں ایک جماعت کی شرکتِ معاملہ کے جواز کا دیا گیا تھا اس کو آج کی مسلم کش، اسلام کی دشمن کانگریس پر منطبق کرنا کیا خیانت نہیں۔

احقر نے اسی تحریر میں جہاں ہندو مسلم وفاق کی تین صورتیں جائز و ناجائز رکھکر یہ سوال کیا ہے کہ کانگریس کی شرکت ان میں سے کس صورت میں داخل ہے وہیں واضح کر دیا ہے کہ کانگریس کی ساتھ اشتراکِ عمل کو علی الاطلاق نہ کسی نے پہلے

ناجائز کہا ہے نہ اب کوئی کہتا ہے بلکہ اس کے حکم میں تفصیل ہے بدرجہ مصالحت و معاملہ جس کو حضرت گنگوہیؒ کے فتوے میں شرکت معاملہ سے تعبیر کیا گیا ہے بشرائط مذکورہ جائز ہے ناجائز صورت وہ ہے جو اسوقت رائج ہے کہ کانگریس ایک مشترک حکومت مسلم و غیر مسلم کی بنانا چاہتی ہے جس میں حکم اور فیصلہ کی قوت صرف اکثریت کے ہاتھ میں ہے اور اقلیت کو اسکا تابع رہنا ناگزیر ہے۔ پھر اسمیں ہندوؤں نے اپنی اسی اکثریت کی بنا پر حصولِ حکومت سے پہلے بھی ایسے قوانین و قواعد نافذ کرنا شروع کر دیے جو بقول مولانا سجاد صاحب مرحوم اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنیوالے ہیں اور درحقیقت ہدم اسلام کی تمہید ہیں نعوذ باللہ منہ۔

الغرض ہر ذی عقل جانتا ہے کہ فتوے کا مدار حالات پر ہوتا ہے حالات بدلنے سے فتویٰ بھی بدل جاتا ہے۔ آج جبکہ کانگریس سے پیرنگ بدل چکی وہ بجائے ایک درخواست کنندہ کے خود حاکم بننے لگی اور سراسر اسلام دشمنی پر اتر آئی اسوقت کی کانگریس کیلئے حضرت گنگوہی کا مذکورہ فتویٰ استدلال میں پیش کرنا ..... انصاف اور دیانت کا خون کرنا ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں خود اُس فتوے میں جن شرائط کی تصریح کی ساتھ شرکت معاملہ کی اجازت دی ہے وہ شرائط اسوقت ایک ایک کرکے مفقود ہیں مگر فتویٰ پھر بھی وہی باقی ہو عقل و دیانت سے کسقدر بعید ہے فالی اللہ المشتکی وعلیہ توکلت والیہ انیب

دوسرے سوال کا جواب

کانگریس کے جو حالات اور احکام پہلے سوال کے جواب میں ابھی مذکور ہوئے ہیں ان سے واضح ہو چکا کہ اسمیں ہندوؤں کا غلبہ بلکہ تکمیل قبضہ ہے۔ اسلئے مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی حقوق برباد ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کا اسمیں بلا شرط انفرادی داخلہ تحفظ حقوق کا کسی طرح ضامن نہیں ہوسکتا۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ مسلمانوں کی کوئی منظم جماعت اسکے باطل منصوبوں کو پامال کرے اور بحالتِ موجودہ ہندوستان میں مسلم لیگ کے علاوہ کوئی ایسی منظم اور با اقتدار جماعت نہیں ہے جسکو مسلمانوں کی اکثریت سے وہ قوت حاصل ہو جسکو حکومتِ وقت اور ہمسایہ قومیں تسلیم کر سکیں۔

اسلامی تحریک آزادی اور مذہبی و سیاسی حقوق کی حفاظت کیلئے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنا ناگزیر ہے۔ رہا یہ سوال کہ بسا اوقات مسلم لیگ کے ارکان بھی قانون ساز مجلسوں میں اسلامی احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ سو کھلی بات ہے کہ اسکا تدارک عام طور پر مسلمانوں کے متوجہ ہونے اور زوردار طریقہ پر توجہ دلانے سے ہو سکتا ہے بخلاف کانگریس کے کہ اس کے آئین میں مسلمانوں کی کوئی مذہبی اور قومی حیثیت ہی تسلیم ہی نہیں تو ان کے کسی مطالبہ کا کیا وزن ہو سکتا ہے اور بار بار اسکا مشاہدہ بھی ہو چکا ہے علاوہ ازیں ائمہ اسلام اس پر متفق ہیں کہ کفار کے مقابلہ میں فساق و فجار اور نام کے مسلمانوں کی بھی حمایت و اعانت میں کوئی مضائقہ نہیں اور جہاد وغیرہ امور دینیہ میں اُن سے استعانت اور انکی اعانت بلاخلاف جائز ہے۔ شرح سیر کبیر میں ہے:-

ولا بأس بأن يقاتل المسلمون من العدل مع الخوارج المشركين من اهل الحرب لانهم يقاتلون لان لدفع فتنة الكفر واظهار الاسلام فهذا قتال على الوجه المامور به وهو اعلاء كلمة الله تعالى (شرح سیر ج ۳ ص ۲۳۱)

اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اہل حق والجماعت مسلمان خوارج کی ساتھ ملکر کفار اہل حرب کا مقابلہ کریں کیونکہ خوارج اس وقت فتنہ کفر کے دفع کرنے اور اسلام کے اعزاز کیلئے قتال کرتے ہیں اس لئے یہ قتال بطریق مامور بہ واقع ہوا ہے اور وہ طریق ہے اعلاء کلمۃ اللہ کا۔

نیز شمس الائمہ سرخسی رح کے مبسوط میں ہے:-

وكذلك ان كان في بلاد الخوارج الذين اغار عليهم اهل الحرب قوم من اهل العدل لم يسعهم الا ان يقاتلوا عن بيضة المسلمين وحريمهم لان الخوارج مسلمون ففي القتال معهم اعزاز الدين ولانهم بهذا القتال يدفعون اهل الحرب عن المسلمين ودفع اهل الحرب عن المسلمين واجب على كل من

اسی طرح وہ خوارج جن کے شہروں پر کفار اہل حرب نے حملہ کیا ہو اگر ان شہروں میں کچھ اہلسنت مسلمان بھی بستے ہوں تو اس حملہ کفار کی حالت میں ان مسلمانوں کیلئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ جماعت مسلمین اور انکی حریم سے مدافعت کیلئے قتال کریں ایسی حالت میں خوارج کی ساتھ ملکر قتال کرنا اعزاز دین کیلئے ہے اور کیونکہ وہ اس قتال کے ذریعہ اہل حرب کو مسلمانوں سے دفع کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اہل حرب کا دفع کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جو اس مدافعت کی قوت

يقاتل عليه فلهذا لم يسعهم الا ان يقاتلوا معهم۔ (مبسوط صفحہ ۹۸ ج ۱۰)

رکھتا ہو اسی لئے ان مسلمانوں کیلئے بجز اسکے کوئی گنجائش نہیں کہ وہ خوارج کیساتھ ملکر کفار کا مقابلہ کریں (مبسوط صفحہ ۹۸ ج ۱۰)

روایات مذکورہ میں خوارج کی حمایت اور انکی ساتھ شریک ہوکر کفار کا مقابلہ کرنا مشروع کیا گیا ہے حالانکہ خوارج وہ جماعت ہے جس کے فاسق ہونے پر اُمت کا اجماع ہے بلکہ روایات حدیث میں انکے متعلق ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جن سے بظاہر ان کا کافر ہونا معلوم ہوتا ہے اور اسی لئے بہت سے علماء نے اُن کی تکفیر بھی کی ہے لیکن جمہور کے نزدیک وہ کافر نہیں مسلمان ہیں اگرچہ نام کے مسلمان ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود بمقابلہ کفار انکی حمایت و نصرت کو جائز رکھا گیا ہے حالانکہ خوارج سے وہ خطرات تھے جو آج لیگ کے آزاد خیال لوگوں سے بھی کسی طرح نہیں ہوسکتے بہرحال مسلمان اگرچہ نام ہی کے مسلمان ہوں کفار کے مقابلہ میں انکی حمایت اور بمقابلہ کفار انکی ساتھ کسی جائز معاملہ میں اشتراکِ عمل بلا شبہ جائز ہے۔ نیل الاوطار میں علامہ شوکانی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

وتجوز الاستعانة بالفساق على الكفار اجماعاً (نيل الاوطار صفحہ ۲۳۴) | اور جائز ہے مدد لینا فاسقوں سے بمقابلہ کفار بالاجماع

اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ ترکی سلطنت اور اسکے ارکان کی خلافِ شرع کارروائیاں اور بدعملی جو مسلم لیگ اور اسکے ارکان کی بدعملی سے کہیں زائد اور سب کے نزدیک مسلّم ہے لیکن ہمیشہ ہندوستان کے ہر طبقہ کے علاوہ جمعیت علماء ہند اور عامہ مسلمین نے بمقابلہ کفار انکی حمایت و نصرت کو ضروری سمجھا اور حسب استطاعت اس میں حصہ لیا۔

اور وجہ جواز کی یہ نہیں کہ شریعت کے ناواقف اور لاپرواہ مسلمانوں سے مذہبی نقصانات کا خطرہ نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ بمقابلہ کفار انکی حمایت نہ کرنا اہل اسلام اور جماعتِ مسلمین کو ضعف پہنچانا ہے اور کفار کے غلبہ کو دور کرنے کے بعد مسلمانوں کی اصلاح اور عہدہ داروں کا تغیر و تبدل مسلم جمہوریت کے ہاتھ میں ہوگا یہی وجہ ہے کہ امام العصر مجاہد ملت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے تمام موجودہ حالات کے مطالعہ اور تمام شرعی پہلوؤں پر نظر غائر فرمانے کے بعد مسلم لیگ کی

حمایت کیلئے بالفاظِ ذیل ارشاد فرمایا ہے جو کہ بنام تنظیم المسلمین حضرت کی حیات میں شائع ہو چکا ہے۔

"اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ فضاءِ حاضر میں مسلمانوں کو شدید استحکام کے ساتھ منظم ہونے کی سخت ضرورت ہے اور ان کے تمام منافع و مصالح کی حفاظت اور تمام مضار و مفاسد کی صیانت اس تنظیم پر موقوف ہے مگر اسکی ساتھ ہر مسلمان پر یہ بھی واجب التسلیم والعمل ہے کہ وہ تنظیم حسب قدرت بالکل احکام شرعیہ کے مطابق ہو۔ سو اگر اس وقت اس صفت کی کوئی منظم جماعت موجود ہوتی یا اس کا ہونا متوقع قریب ہوتا تو جواب واضح تھا لیکن موجودہ حالت میں افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ ایسی جماعت کا نہ تحقق ہے نہ قریب توقع اس لئے بجز اس کے چارہ کار نہیں کہ موجودہ جماعتوں میں سے کسی جماعت میں داخل ہوں اور اس میں قواعد شرعیہ کی رو سے جو نقص ہو اس کی اصلاح کریں اور اگر ان میں ایک کی اصلاح آسان ہو اور دوسری کی دشوار ہو بقاعدہ عقلیہ و نقلیہ (من ابتلی ببلیتین فلیختر اہونہما) اس میں داخل ہو جاویں جس کی اصلاح آسان ہو۔ سو اس کے متعلق جہاں تک تفحص بلیغ کی ساتھ تحقیق کیا گیا مذکورہ مسئولہ دونوں جماعتوں میں انکی موجودہ حالت پر نظر کر کے مسلم لیگ کے نقائص کا رفع کرنا سہل ہے اور کانگریس کی اصلاح متعسر بلکہ متعذر ہے الخ"

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

تیسرے سوال کا جواب

تیسرا سوال مطالبہ پاکستان سے متعلق ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر ہندوستان کا ایک مرکز رہے تو ہندو اکثریت کی سبب پورے ہندوستان پر ہندوؤں کی حکومت ہوگی گو اسمیں بڑی جد و جہد کے بعد کسی حد تک مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بھی کر لیا جاوے جسکی حالات موجودہ و سابقہ کی بنا پر کوئی توقع نہیں اور یہ امر مسلم ہے کہ اپنے اختیار سے اپنے اوپر غیر مسلم حکومت مسلط کرنیکا مطالبہ کرنا یا اسکا قبول کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا

اور دو مرکز مسلم و غیر مسلم ہو جانے کی صورت میں مسلم مرکز میں ہندو مرت مسلمانوں کی ہو گی جس کے سبب اپنی حدود میں اسلامی احکام کے موافق دستور اور نظام جاری کرنے پر قدرت حاصل ہو گی نیز یہ با اقتدار حکومت دوسرے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق کی پوری حفاظت اور نگرانی کر سکے گی جو مسلمانوں کی اقلیت زدہ منتشر قوت کے ذریعہ کسی حال متصور نہیں

لہٰذا مسلمانوں کیلئے دو مطالبے ضروری ہیں۔ ایک اپنے لئے مستقل مرکز کا جس کو پاکستان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسرے مسلم اقلیتوں کے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا غیر مبہم الفاظ میں مکمل معاہدہ، جس کی نگرانی اسلامی مرکز کے فرائض و اختیارات میں داخل ہو۔

اس تفصیل کے بعد پاکستان کی شرعی حیثیت بالکل واضح ہے کہ ہندوستان جو صدیوں تک دارالاسلام رہا ہے اور اب ایک عرصہ سے اس پر غیر مسلم حکومت کا تسلط ہے اور بہت سے خلافِ شرع قوانین نافذ ہیں اور مسلمانوں کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس تسلط کے ازالہ یا تقلیل کی جو صورت جس حصہ ملک میں وہ کسی تدبیر سے حاصل کر سکیں اس میں کوتاہی نہ کریں کہ یہ بھی استخلاص دارالاسلام کی ایک فرد ہے۔ نیز بقیہ حصہ میں وہاں کے مسلمانوں کی حقوق کی حفاظت کیلئے جد و جہد بھی جاری رہنا چاہئے کہ وہ نصرۃ المستضعفین میں داخل ہے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ۔ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ

اللّٰھم انا نعوذ بک من الفتن ما ظھر منھا وما بطن۔

اللّٰھم واقیۃ کواقیۃ الولید وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ وصفوۃ رسلہ و آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً

ناکارۂ خلائق بندہ **محمد شفیع** دیوبندی

عفا اللہ عنہ عافاہ وجعل کما یحب ویرضاہ

فی ایام الحجۃ سنہ ۱۳۶۴ھ

تصدیقات بعض مشاہیر علماء

میں نے اس فتوے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ماشاء اللہ مسئلہ کو بالکل صاف کر دیا ہے اہلِ علم ونظر کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی سب اطراف وجوانب واضح ہو کر سامنے آگئے ہیں حق تعالیٰ شانہ مفتی صاحب کو جزار خیر دے۔

شبیر احمد عثمانی

دیوبند

۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ اس احقر نے بھی فتویٰ مذکورہ کا حرفاً حرفاً مطالعہ کیا اللہ تعالیٰ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کو جزاء خیر عطا فرمائیں کہ سیاستِ حاضرہ کا شرعی حکم اچھی طرح واضح فرما دیا اور بڑی محنت سے قرآن وحدیث وفقہ سے جزئیات احکام کو تلاش کر کے جمع فرما دیا امید ہے کہ اس کے بعد مسائل حاضرہ میں کسی اور فتوے کی حاجت باقی نہ رہے گی ھکذا تکون ھمۃ الرجال وعزیمۃ الابطال کثّر اللہ فینا امثالھم۔ والسلام۔

ظفر احمد تھانوی عفا اللہ عنہ ۳ر محرم ۱۳۶۵ھ

اعانت واستعانت بالکفار کے مراتب سہ گانہ کے متعلق حضرت مجیب دام فیضہ نے جو تفصیلات حسب تصریح فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ لکھی ہیں صحیح ہیں

ہیچمدان سید سلیمان ندوی

احقر کے نزدیک بھی یہ مضمون بالکل صحیح ہے اور گویا حضرت قدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ امام تھانوی قدس اللہ سرہ کے ارشادات کی شرح وتوضیح ہے اللہ تعالیٰ حضرت مجیب صاحب کے فیوض میں برکت عطا فرمائیں۔

جمیل احمد تھانوی خادم دار الافتاء

خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۴ر محرم ۱۳۶۵ھ

محمد شبیر علی ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون بقلم خود ۴ر محرم ۱۳۶۵ھ

علامہ مجیب مد فیوضہم کی تحقیقات علمیہ صحیح اور قابلِ تقلید ہیں۔

بندہ خیر محمد عفی عنہ ناظم مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر (پنجاب) ۱۲ر محرم الحرام

نام کتاب معہ مختصر تعریف	قیمت
موجودہ زمانہ کے ابتلائے عام پر نظر کر کے اُن تمام سہولتوں کو جمع کر دیا گیا ہے جو تصویر کے استعمال میں شرعی قواعد کے ماتحت دی جاسکتی ہیں۔ فوٹو گرافی۔ نصف دھڑ کی تصویر۔ تصاویر کی تجارت۔ تصویر سازی کی اجرت۔ مصور مکان میں داخل ہونا۔ پاسپورٹ کیلئے تصویر لینا بچوں کے مصور کھلونے بیچنا اور خریدنا۔ ڈاکٹری تشریحات وغیرہ کیلئے اعضاء انسانی کی تصویر بنانا سینما کی تصاویر سے کام لینا اور اُن کا دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔ دوسرے حصہ میں اُن شبہات کے محققانہ جوابات ہیں جو نئی روشنی کے اثر یا بعض روایات اسلامیہ کے اجمال سے پیدا ہوگئے تھے۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ قیمت ہر دو حصہ	۱۲/
تفضیل الارب من سطب العرب (عربی) عربی زبان کے فضائل اور خصوصیات اور مصنف رسالہ کی عربی نظمیں، قیمت	۲/
آداب النبی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کاملہ اور آداب و معجزات کو نہایت سلیس اردو میں لکھا ہے نہایت مفید رسالہ ہے قیمت	
آداب الاخبار آجکل موجودہ اخبار جو دہریت اور بے دینی کی طرف چل رہے ہیں اُن کے لئے شرعی دستور العمل قیمت	۲/
آداب السفر سفر کے تمام احکام اور آداب اور دعائیں جو سفر کے موقع پر پڑھنے کیلئے تلقین فرمائی ہیں	۱/
مساوات اسلامی کی حقیقت جس میں تمام اقوام عالم کے مقابلہ میں اسلامی مساوات کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ تفاخر بالانساب کی قباحت قرآن وحدیث سے واضح کی گئی ہے ساتھ ہی انساب اور	

نام کتاب معہ مختصر تعریف	قیمت
اور پیشوں کا باہمی تفاضل اور نکاح میں کفاءت کے اعتبار پر مکمل بحث ہے معہ ضمیمہ رسالہ وصل السبب فی فصل النسب مصنفہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی۔ قیمت	۶/
کفر و اسلام کی حقیقت یعنی کسی مسلمان کو کن صورتوں میں خارج از اسلام کہا جاسکتا ہے اس اہم مسئلہ پر قرآن و حدیث اور اقوال سلف کی تائید میں مکمل اصولی بحث کرنے کے بعد جس قدر فرقے ہندوستان میں ایسے ہیں جو اپنے عقائد باطلہ کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں مثلاً قادیانی۔ چکڑالوی۔ آغاخانی وغیرہم انکے عقائد خود اُن کی کتابوں سے نقل کر کے اُس کی تردید کتاب و سنت سے کی گئی ہے۔	۵/
آداب الشیخ والمرید شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ کے ایک رسالہ کی اردو شرح۔ جس میں پیر و مرید کے نہایت اہم اور ضروری آداب درج کئے گئے ہیں۔ قیمت	۲/
شب برات شب برات کے احکام و فضائل اور بدعات مروجہ کا رد۔ قابل دید رسالہ۔ قیمت	۱/
رفع الشبہات عن المساوات رسالہ مساوات اسلامی کے متعلق رفع شبہات کے لئے اکابر علماء کی تحریرات کا مجموعہ،	۳/
الدر المنضود فی اسانید شیخ الہند محمود (رح) (بزبان عربی)، حضرت شیخ الہند رحمہ کی اسانید حدیث کو مع مختصر حالات بزرگان دار العلوم دیوبند کے جمع کیا گیا ہے اور رسالہ	

ملنے کا پتہ:- دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ - یعنی سیاست حاضرہ، مسلم لیگ، کانگریس وغیرہ کے متعلق حضرت اقدس کے مضامین کا مجموعہ - اسمیں دس مستقل رسائل سے مضامین متفرقہ ملفوظات و مکتوبات سے جمع کر کے

قیمت	نام کتاب معہ مختصر تعریف
۳ر	الیانع الجنی کا ضمیمہ بنا دیا گیا ہے قیمت
	الاعجوبہ فی عربیۃ خطبۃ العروبہ
	جمعہ کے خاص عربی زبان میں ہونیکی شرعی اور عقلی ضرورت اور عربی زبان کے خصوصیات اور فضائل اور غیر عربی میں خطبہ پڑھنا یا عربی پڑھ کر ترجمہ کرنے کا بدعت و مکروہ ہونا اور اس شبہ کا جواب کہ جب لوگ عربی نہیں سمجھتے تو خطبہ عربی میں پڑھنے سے کیا فائدہ قیمت
	فوٹوگراف مع فتویٰ انجکشن
	گراموفون کی ایجاد کے متعلق دلچسپ تاریخی بیان کے بعد اس کے شرعی احکام کو مفصل اور مدلل لکھا ہے مسمی در فع الاختلاف عن احکام فوٹوگراف آخر میں روزہ میں انجکشن کا شرعی حکم مدلل مذکور ہے
	بعض التفصیل لمسئلۃ التفضیل
	حضرات صحابہ میں بعض کی بعض پر فضیلت کا معیار صحیح اور اسکے متعلق عقلی و نقلی دلائل مصنفہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ مع شرح اردو از مفتی صاحب
	فتاویٰ دار العلوم دیوبند مسمی بہ امداد المفتین
	دار العلوم دیوبند کے مستند و معتبر فتاویٰ کا مجموعہ جو عوام کے لئے ایک ماہر عالم اور اہل علم کے لئے ایک بہترین مشیر کا کام دیتا ہے اکثر فتاویٰ میں فقہ کی معتبر کتابوں کی عبارتیں مع حوالہ درج ہیں آٹھ جلدیں اسوقت تک طبع ہوئی ہیں قیمت فی جلد عہ مکمل آٹھ جلد قیمت
عہ	**مشرقی اور اسلام** خاکساری تحریک اور مشرقی کے

قیمت	نام کتاب معہ مختصر تعریف
۱۲ر	عقائد و خیالات پر منصفانہ و خیر خواہانہ تبصرہ
	دعا و نیاز بعد انواع نماز شرح اردو
	رسالہ استحباب الدعوات بعد انواع الصلوات یہ رسالہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تازہ تصنیف بزبان عربی ہے جسمیں نماز کے بعد دعا مانگنے کا مستحب و مسنون ہونا احادیث صحیحہ معتبرہ سے ثابت کیا ہے۔ مفتی صاحب نے اسکی اردو میں شرح لکھکر مع اصل متن شائع کیا
۳ر	**کید الشیطان عند موت الانسان**
	بوقت موت شیطان سے مقابلہ کا عجیب و غریب قصہ اور اس سے بچنے کی تدبیریں اور دنیا کی بے ثباتی پر ایک پر درد نظم۔
۳ر	**البدائع المفیدۃ فی الصنائع الجدیدۃ**
	فوٹو۔ مکبر الصوت۔ فونوگراف سینما۔ ریڈیو وغیرہ آلات جدیدہ کے متعلق شرعی احکام
عہ	**استعمال الآلۃ الجدیدۃ فی استماع الاصوات البعیدۃ** آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز۔ خطبہ مواعظ وغیرہ میں اور اُس کے احکام کی تفصیل
۳ر	شروع میں مسلمانوں کی ایجادات پر مکمل تبصرہ
	ثمرات الاوراق تاریخی اخلاقی علمی چیدہ چیدہ مضامین کا مشکول۔ دیندار مسلمانوں کے لئے تفریح و دلچسپی کا بہترین مشغلہ اور نہایت مفید ہے اس کے دو حصے چھپے ہیں قیمت کامل
عہ	**مصیبت کے بعد راحت** مصیبت کیوقت کیا کرنا چاہیئے اور اس سے محفوظ رہنے کی تدبیریں اور دعائیں
۳ر	

مذکورہ بالا کتابیں اور ہر قسم کی کتابیں اور ہر قسم کے قرآن مجید ملنے کا پتہ

کتبخانہ دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور

۱۰۰۰ (۳۱۔۱۰) قیمت ۱۲ر بغرض تقسیم و اشاعت خریدنے والوں کے لئے ۲ر فی سیکڑہ

(مطبوعہ کمال پرنٹنگ پریس ... دہلی)